ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ محرم ۱۴۳۴ھ
نومبر، دسمبر ۲۰۱۲ء

مدیر
حافظ زبیر علی زئی

- شیعہ کی پیش کردہ چند روایات کا تحقیقی جائزہ
- ختم نبوت پر چالیس دلائل
- قادیانیوں کی مستدل مردود روایات اور ان کا رد
- آل دیوبند کے مجروح راوی اور دوغلی پالیسیاں
- رسول اللہ ﷺ کی آخری زندگی کا عمل: رفع یدین

مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک: پاکستان

ہر شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ﴾ پھر تم (سب) اس کے بعد ضرور مر جاؤ گے، پھر تم قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔ (المؤمنون: ۱۵۔۱۶)

فقہ القرآن:

۱: ہر انسان اور ذی روح جان پر آخر مقرر وقت پر موت کا آنا برحق ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

(آل عمران: ۱۸۵، الانبیاء: ۳۵)

اس قاعدے سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں۔ ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لئے ہمیشہ کی زندگی نہیں بنائی، پس اگر آپ فوت ہو جائیں گے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟ (الانبیاء: ۳۴)

بلکہ، ایک مقام پر فرمایا: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ بے شک آپ پر موت آنے والی ہے اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔ (الزمر: ۳۰)

۲: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اگر محمد (ﷺ) تمھارے معبود و خدا تھے جن کی تم عبادت کرتے تھے تو تمھارا خدا مر گیا ہے اور اگر تمھارا معبود وہ ہے جو آسمان پر ہے تو بے شک تمھارا معبود نہیں مرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴/ ۵۵۳ ح ۳۸۰۱۰ وسندہ صحیح، البحر الزخار یعنی مسند البزار ۱/ ۱۸۳ ح ۱۰۳)

۳: سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اس وقت آسمانوں پر زندہ ہیں لیکن قیامت سے پہلے وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور اُن پر موت آئے گی۔ (مسند احمد ۲/ ۴۳۷ ح ۹۶۳۰ وسندہ صحیح)

تفصیل کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات (۱/ ۸۳۔۱۳۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ الحدیث حضرو

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

معاونین

حافظ ندیم ظہیر

ابو خالد شاکر

ابو جابر عبداللہ دامانوی

جلد: 9 | ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ محرم ۱۴۳۴ھ | شمارہ 11،12

نومبر، دسمبر ۲۰۱۲ء

قیمت

فی شمارہ : 50 روپے

سالانہ : 300 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

400 روپے

خط و کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

حافظ شیر محمد

0300-5288783

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

0302-5756937

اس شمارے میں

۲: باب آداب الخلاء

قضائے حاجت کے آداب کا بیان

الفصل الأول

۳۳۴) عن أبي أيوب الأنصاري قال قال رسول الله ﷺ : ((**إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ، ولا تستدبروها ، ولكن شرّقوا أو غرّبوا.**))

متفق عليه. قال الشيخ الإمام محيي السنة رحمه الله : هذا الحديث في الصحراء ، وأما في البنيان ، فلا بأس لما روي :

ابوایوب الانصاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو قبلے کی طرف نہ رُخ کرو اور نہ پیٹھ کرو، لیکن (مدینے میں) مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کرو۔

متفق علیہ (صحیح بخاری:۳۹۴، صحیح مسلم:۲۶۴/۵۹)

شیخ امام محی السنہ (البغوی) رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحراء (بیابان اور جنگل) کے بارے میں ہے اور اگر عمارتوں میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے ثابت ہے۔ (مصابیح السنہ:۲۲۶، دیکھئے ح ۳۳۵)

فقہ الحدیث:

۱: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صرف پیٹھ پھیرنا ثابت ہے، لہٰذا امام بغوی کے قول کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ قضائے حاجت میں صحراء، بیابان اور جنگل میں قبلے کی

طرف پیٹھ پھیرنا جائز نہیں اور اگر عمارتوں، آبادیوں اور بندلٹرینوں میں ہوں تو پیٹھ پھیرنا جائز ہے۔

اس قول کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ امام بغوی کے نزدیک قضائے حاجت کے دوران میں صحراء وغیرہ میں قبلے کی طرف رُخ کرنا جائز نہیں اور عمارتوں میں جائز ہے۔

یہ دوسرا مطلب ہمارے خیال میں صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

۲: قضائے حاجت کے دوران میں قبلہ (مکہ مکرمہ) کی طرف رُخ کرنا یا پیٹھ پھیرنا دونوں طرح سے ممنوع ہے تاہم بعض صحیح احادیث سے پیٹھ پھیرنے کا جواز ملتا ہے، لہٰذا شدید مجبوری یا شرعی عذر کی وجہ سے رفعِ حاجت کے دوران میں قبلے کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے۔

۳: دینِ اسلام مکمل دین ہے جس میں زندگی کے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔

۴: مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کرنے کا حکم اہلِ مدینہ کے لئے ہے، کیونکہ ان کے مشرق اور مغرب کی طرف قبلہ نہیں۔ رہے ہندوستان، پاکستان اور افغانستان وغیرہ ممالک تو وہاں مغرب کی طرف رخ کرنا قبلے کی طرف رُخ کرنا ہے، لہٰذا ان علاقوں کے لوگ شمال اور جنوب کی طرف رُخ کریں گے اور اس طرح وہ قبلے کی طرف رُخ کرنے یا پیٹھ پھیرنے سے بچ سکتے ہیں۔

۵: حدیث کے تمام الفاظ، اسباب اور سلف صالحین کی تشریحات کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔

۲۲۵) عن عبد الله بن عمر قال : ارتقيت فوق بيت حفصة لبعض حاجتي ، فرأيت رسول الله ﷺ يقضي حاجته مستدبر القبلة مستقبل الشام . متفق عليه .

عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں (اپنی بہن) حفصہ کے گھر کی چھت پر کسی کام کی وجہ سے چڑھا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قبلے کی طرف پیٹھ کیے ہوئے (اور) شام کی طرف رُخ کیے ہوئے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۴۸، صحیح مسلم: ۶۲/۲۶۶)
[یہ روایت موطأ امام مالک (روایۃ یحییٰ ۱/۱۹۳۔۱۹۴ ح ۴۵۷، روایۃ ابن القاسم: ۵۰۲) میں بھی موجود ہے۔]

فقہ الحدیث:

۱: اسی حدیث کی دوسری سند میں آیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قاعداً علی لبنتین" یعنی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا... آپ دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

(صحیح بخاری: ۱۴۹)

معلوم ہوا کہ قضائے حاجت (پیشاب وغیرہ) بیٹھ کر کرنا چاہئے۔ یاد رہے کہ اگر کوئی شرعی عذر ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی جائز ہے، بصورتِ دیگر ممنوع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**ثلاث من الجفاء: أن یبول الرجل قائمًا** ...))
تین چیزیں ظلم میں سے ہیں: (اول) یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے...

(کشف الاستار عن زوائد البزار ۱/۲۶۶ ح ۵۴۷ وسندہ حسن)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ (کشف الاستار ۱/۱۳۰ ح ۲۴۴ وسندہ صحیح)

۲: اگر چھت پر چڑھنے سے پڑوسیوں کے ہاں پردہ مجروح نہ ہو اور ان کی ناراضی یا کسی شرعی مخالفت کا ڈر نہ ہو تو ان کی اجازت کے بغیر بھی اپنے گھر کی چھت پر چڑھا جا سکتا ہے ورنہ ایسا کام اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

۳: ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت قضائے حاجت کے دوران میں قبلے کی طرف پیٹھ پھیرنا جائز ہے۔

۳۳۶) وعن سلمان، قال: نهانا ـ يعني رسول الله ﷺ ـ أن نستقبل القبلة لغائط أو بول، أو أن نستنجي باليمين، أو أن نستنجي بأقل من ثلاثة أحجار، أو أن نستنجي برجيع أو بعظم. رواه مسلم.

اور سلمان (فارسی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پاخانے یا پیشاب کی حالت میں قبلے کی طرف رُخ کرنے سے منع فرمایا، دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا، تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا اور گوبر یا ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔

اسے مسلم (۲۶۲/۵۷) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث

۱: قبلے کی طرف رُخ کر کے قضائے حاجت (پاخانہ یا پیشاب) کرنا ممنوع ہے۔

۲: استنجا صرف بائیں ہاتھ سے کرنا چاہئے، اِلا یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو مثلاً کسی کا بایاں ہاتھ کٹا یا ٹوٹا ہوا ہو یا بیمار ہو۔

۳: اگر مٹی سے استنجا کیا جائے تو تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنا جائز نہیں اور اگر پانی سے استنجا کیا جائے تو بہتر یہ ہے کہ کم از کم تین دفعہ پانی بہایا جائے۔

۴: گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنا جائز نہیں۔

۵: کاغذ اور قیمتی چیزوں سے استنجا کرنا بھی جائز نہیں، تاہم وہ ٹشو پیپر جو خاص طور پر قضائے حاجت اور صفائی کے لئے بنائے جاتے ہیں، ان سے استنجا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم

۶: مزید فوائد کے لئے دیکھئے آنے والی حدیث: ۳۷۰

۳۳۷) وعن أنس قال: کان رسول اللہ ﷺ: إذا دخل الخلاء يقول:
((اللهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث .)) متفق عليه .

اور انس (بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں (قضائے حاجت کے لئے) داخل ہوتے تو فرماتے: اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں (کے شر) سے۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۴۲، صحیح مسلم: ۱۲۲/۳۷۵)

فقہ الحدیث

۱: قضائے حاجت کے لئے جانے سے پہلے مذکورہ دعا((اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.)) پڑھنی چاہئے، تاکہ انسان ہر قسم کے شر سے محفوظ رہے۔

۲: جنات کا وجود برحق ہے اور اس کا انکار منکرینِ حدیث کی صریح گمراہی ہے۔

۳: اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھنا چاہئے۔

۴: نیز دیکھئے آنے والی حدیث: ۳۵۷

۳۳۸) و عن ابن عباس قال: مر النبي ﷺ بقبرين، فقال: **((إنهما ليعذبان، و ما يعذبان في كبير، أما أحدهما فكان لا يستتر من البول .))** و في رواية لمسلم: **((لا يستنزه من البول . ، و أما الآخر فكان يمشي بالنميمة .))**

ثم أخذ جريدة رطبة ، فشقها بنصفين، ثم غرز في كل قبر واحدة. قالوا: يا رسول الله ! لم صنعت هذا؟ فقال: **((لعله أن يخفف عنهما ما لم ييبسا .))**

متفق عليه .

اور ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور (تمھارے خیال میں) کسی بہت بڑی بات میں عذاب نہیں ہو رہا: ایک تو پیشاب کے وقت پردہ نہیں کرتا تھا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ (اپنے) پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا پھرتا تھا۔

پھر آپ نے (کھجور کی) ایک تازہ ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے پھر ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ جب تک یہ ٹہنیاں نہ سوکھیں تو ان کے عذاب میں کمی کر دی جائے۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۲۱۶، صحیح مسلم: ۲۹۲/۱۱۱)

فقہ الحدیث

۱: عذابِ قبر برحق ہے اور اس کا انکار صریح گمراہی ہے۔

۲: گناہ گار مسلمان کو بھی عذاب ہو سکتا ہے۔

۳: پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا حرام اور باعثِ عذاب ہے۔

۴: چغلی کھانا حرام اور باعثِ عذاب ہے، بلکہ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۵: قبروں پر ٹہنیاں لگانا اور مرنے والوں کے عذاب میں تخفیف ہو جانا نبی کریم ﷺ کا معجزہ اور برکت ہے، تاہم اس سے استدلال کر کے اگر کوئی شخص قبر پر ہری ٹہنی گاڑ دیتا ہے تو اس عمل کو بدعت قرار دینا غلط ہے۔ (نیز دیکھئے صحیح بخاری قبل ح ۱۳۶۱)

یاد رہے کہ قبروں پر چادریں ڈالنا، پھول نچھاور کرنا، دیئے جلانا اور اس قسم کے تمام اُمور جو قبر پرست سرانجام دیتے ہیں، بدعتِ سیئہ اور ناجائز ہیں۔

۶: جب مسئلہ معلوم نہ ہو تو ادب واحترام کے ساتھ پوچھ لینا چاہئے۔

۷: رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جن غیبی اُمور کی اطلاع دی تھی، وہ آپ جانتے تھے اور عذابِ قبر غیب میں سے ہے۔

۸: اس حدیث میں انسان کا پیشاب مراد ہے، جیسا کہ ''لا یستنزہ من بولہ'' کے الفاظ سے ثابت ہے۔ دیکھئے السنن المجتبیٰ للنسائی (۳۱ وسندہ صحیح)

۳۳۹) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((**اتقوا اللاعنين .**))

قالوا: و ما اللاعنان يا رسول الله ؟

قال: ((**الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم .**))

رواه مسلم .

اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو لعنت والے کاموں سے بچو۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ لعنت والے دو کام کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کے راستے یا ان کے سایہ دار (درخت وغیرہ) کے نیچے قضائے حاجت کرنا۔

اسے مسلم (۶۸/۲۶۹) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: لعنت والے کام سے مراد یہ ہے کہ جو شخص راستے سے گزرتا ہے، یا درخت اور سائے کے نیچے بیٹھنا چاہتا ہے لیکن دیکھتا ہے کہ وہاں تو نجاست پڑی ہے، کسی نے پاخانہ کر رکھا ہے تو وہ کہتا ہے: اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے راستے یا سایہ دار جگہ کو خراب کر دیا ہے۔

۲: راستے یا سایہ دار جگہ پر قضائے حاجت کرنا حرام ہے اور یہ ان لوگوں کا کام ہے جن پر لعنت برستی رہتی ہے۔

۳: ہر وہ کام ناجائز ہے جس سے عام لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے مثلاً راستے پر کوڑا کرکٹ اور تکلیف دہ اشیاء پھینکنا حرام ہے۔

۴: صحیح مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے صحیح العقیدہ مسلمان محفوظ رہیں۔

۵: اگر کسی شخص کو چلتے ہوئے پیشاب آ جائے تو راستے کے بالکل کنارے پر پیشاب کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو، پردے کا مکمل انتظام ہو اور پیشاب کی چھینٹوں سے پورے طور پر بچنا ممکن ہو۔

۳۴۰) وعن أبي قتادة قال قال رسول الله ﷺ: **((إذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الإناء، وإذا أتى الخلاء، فلا يمس ذكره بيمينه، ولا يتمسح بيمينه.))** متفق عليه. اور ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص (پانی وغیرہ) پئے تو برتن میں پھونکیں نہ مارے اور جب قضائے حاجت کے لئے جائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا آلۂ تناسل نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۵۳، صحیح مسلم: ۶۳/۲۶۷)

فقہ الحدیث:

۱: پانی یا مشروب پیتے وقت تین سانس لینا یعنی تین سانسوں میں پینا مسنون ہے، جیسا

کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے، لیکن پیتے وقت برتن میں پھونکیں مارنا ممنوع ہے۔

۲: دائیں ہاتھ سے (اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو) شرمگاہ کو چھونا منع ہے۔

۳۴۱) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((من توضأ فليستنثر، و من استجمر فليوتر.)) متفق عليه.

اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے اور جو استنجا کرے تو طاق دفعہ (ڈھیلے یا پانی استعمال) کرے۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۶۱، صحیح مسلم: ۲۲/۲۳۷)

فقہ الحدیث:

۱: وضو کے دوران میں ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔

۲: استنجا کرتے وقت طاق عدد کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

۳۴۲) وعن أنس قال: كان رسول الله ﷺ يدخل الخلاء، فأحمل أنا و غلام إداوة من ماء وعنزة يستنجي بالماء. متفق عليه.

اور انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (قضائے حاجت کے لئے) بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن اور چھوٹا نیزہ لے جاتے، آپ پانی سے استنجا کرتے تھے۔

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۵۰، صحیح مسلم: ۷۰/۲۷۱)

فقہ الحدیث:

۱: پانی سے استنجا کرنا بہتر ہے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

۲: شاگرد کا استاد کی خدمت کرنا، لوٹا لے کر استاد کو وضو کروانا بہت نیکی کا کام ہے۔

۳: اسلحہ ساتھ رکھنا سنت ہے۔

۴: حفاظتی تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

۵: گھروں میں اور متعلقہ مقامات پر بیت الخلاء (لیٹرینیں) بنانا جائز ہے۔

شیعہ کی پیش کردہ چند روایات کا تحقیقی جائزہ

سوال شیخ صاحب! شیعہ حضرات کی طرف سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ ان اعتراضات کی وجہ سے عام أفراد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان اعتراضات کا علمی انداز میں جواب دیا جائے، تاکہ جو لوگ حق کے متلاشی ہیں اور حقائق جاننا چاہتے ہیں وہ اندھیرے میں نہ رہیں۔ ذیل میں کچھ روایات کا ذکر کر رہا ہوں جو کہ (شیعہ کی طرف سے) عام طور پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص میں پیش کی جاتی ہیں:

امید کرتا ہوں کہ آپ ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیں گے، تاکہ جہالت اور ظلمت کے بادل چھٹ جائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

۱: صحیح بخاری (۴۲۴۰۔۴۲۴۱، ۶۷۲۶) کی ایک روایت۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور وفات تک بات نہ کی۔

براہِ مہربانی مختلف روایات کی روشنی میں اس ناراضی کی حقیقت کو واضح کیجئے!

۲: کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بعد میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہوگئیں؟

السنن الکبریٰ للبیہقی (۶/ ۳۰۰۔۳۰۱) کی اس روایت کی اسنادی حیثیت کیسی ہے؟

۳: کیا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہا جاتا تھا؟

صحیح مسلم (۶۲۲۰/ ۲۴۰۴) کی روایت کی کیا توجیہ ہے؟

☆ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ (۱/ ۲۶۲) میں یہ الفاظ ہیں: "عن سعید قال: أمر معاویة سعدًا أن یسب أبا تراب ." کیا یہ روایت سنداً صحیح ہے؟

٤: البدایہ والنہایہ (۷/ ۳۷۷) میں موجود ایک روایت۔

"وقال أبو زرعة الدمشقي :حدثنا أحمد بن خالد الوهبي أبو سعيد:ثنا محمد بن إسحاق عن عبد الله بن أبي نجيح عن أبيه ... ثم ذكر علي بن أبي طالب فوقع فيه ... " کی سند کیسی ہے؟

٥: سنن ابن ماجہ (۱۲۱) میں موجود الفاظ:" فذكروا عليًا ، فنال منه " کے الفاظ کے کیا معنی ہوں گے؟

یہ روایت صحیح ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (۱۷۵۰) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ سندھی کی شرح بھی ملحوظ خاطر رہے۔ (دیکھئے شرح سنن ابن ماجہ ا/ ٦)

☆ کتاب العقد الفرید (۳/ ۳۰۰) میں موجود روایت کی حیثیت اور اس کتاب کی حیثیت کیا ہے؟

٦: مسند احمد (٦/ ۳۲۳ ح ۲٦۷۹۱)

مزید دیکھئے مسند ابی یعلیٰ (۱۲/ ۴۴۴۔ ۴۴۵)

٧: العبر فی خبر من غبر (ا/ ۳۵ و ان لا يسب عليًا بحضرته)

کیا یہ روایت سنداً صحیح ہے؟

٨: تاریخ ابی الفداء (ا/ ۲۸۳، ان لا يشتم عليًا)

٩: البدایہ والنہایہ (۸/ ۱۷، ان لا يسب علي)

۱۰: تاریخ دمشق (۱۳/ ۲٦۴ ولا يسب علي)

امید ہے کہ مندرجہ بالا روایات جو سب علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آئی ہیں، ان کا ضرور جائزہ لیں گے۔ (ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں، بدین سندھ)

الجواب ان روایات کی تحقیق، تفصیل اور مفہوم درج ذیل ہے:

۱: صحیح بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر (الصدیق) رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مدینہ، فدک اور خیبر کے خُمس کا بقیہ حصہ طلب کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا نورث، ما ترکنا صدقة.)) ہماری (انبیاء و رسل کی) وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔
نیز فرمایا: محمد ﷺ کی آل والے اس مال سے کھا سکتے ہیں اور اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کے صدقات کی حالت کو تبدیل نہیں کروں گا جو نبی ﷺ کے زمانے میں حالت تھی اور میں وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔

اس کے بعد صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے: "فوجدت فاطمة علی أبي بکر في ذلك فهجرته فلم تکلمه حتی توفیت ، و عاشت بعد النبي ﷺ ستة أشهر." پس فاطمہ نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اس بات کو محسوس کیا تو ان سے جدائی کی اور اپنی وفات تک ان سے (اس کے بارے میں) کوئی کلام نہیں کیا۔ وہ نبی ﷺ کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ (صحیح بخاری: ۴۲۴۰۔۴۲۴۱)

اس صحیح حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنی کسی ذاتی وجہ سے باغ فدک وغیرہ دینے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ نبی کریم ﷺ کی صحیح و ثابت حدیث پر عمل کیا تھا، لہٰذا وہ اس مسئلے میں بالکل معذور ہیں۔

اس حدیث کی تحقیق ایک مضمون کی صورت میں پیشِ خدمت ہے:

اَنبیاء کی وراثت علم ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا نورث، ما ترکنا صدقة.)) ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔
(صحیح بخاری: ۴۲۴۰۔۴۲۴۱، صحیح مسلم: ۱۷۵۹، دارالسلام: ۴۵۸۰)

اس حدیث کی مختصر و جامع تخریج و تحقیق درج ذیل ہے:

۱) سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
" ((لا نورث، ما ترکنا صدقة.)) إنما یأکل آل محمد ﷺ في هذا المال،

و إني والله ! لا أغيّر شيئاً من صدقة رسول الله ﷺ عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله ﷺ و لأعملنّ فيها بما عمل (به) رسول الله ﷺ ." ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وصدقہ ہے۔

(ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) محمد ﷺ کی آل والے تو اس مال سے کھائیں گے اور اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کے صدقات میں سے کسی چیز کو بھی اس حالت سے نہیں بدلوں گا جس پر وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھی اور میں ضرور بالضرور وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۴۲۴۰۔۴۲۴۱، صحیح مسلم: ۱۷۵۹، واللفظ لہ)

۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی (بعض) ازواج نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے نبی ﷺ کی میراث میں سے اپنا حصہ مانگا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے؟

(صحیح بخاری: ۶۷۳۰، صحیح مسلم: ۱۷۵۸، موطأ امام مالک روایۃ ابن القاسم: ۴۴، روایۃ یحییٰ ۲/۹۹۳ ح ۱۹۳۵)

۳) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**لا نورث، ما ترکناه صدقة.**)) ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۰۹۴، ۴۰۳۳، صحیح مسلم: ۱۷۵۷)

٤) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**لا تقتسم ورثتي ديناراً ولا درهماً، ما تركت بعد نفقة نسائي و مؤنة عاملي فهو صدقة**)) میرے ورثاء ایک دینار اور ایک درہم بھی تقسیم میں نہیں لیں گے۔ میری بیویوں کے نان نفقے اور میرے عامل کے خرچ کے بعد میں نے جو بھی چھوڑا وہ سب صدقہ ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۷۲۹، صحیح مسلم: ۱۷۶۰، الموطأ روایۃ یحییٰ ۲/۹۹۳ ح ۱۹۳۶، روایۃ ابن القاسم: ۳۷۲)

۵) سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا زبیر بن العوام اور سیدنا سعد بن

ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصدیق کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۰۳۳، صحیح مسلم: ۱۷۵۷)

۶) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دیکھئے فقرہ: ۵

۷) سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ دیکھئے فقرہ: ۵

۸) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دیکھئے فقرہ: ۵

۹) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۵۳۵۸)

۱۰) سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۵۳۵۸)

۱۱) سیدہ جویریہ بنت الحارث کے بھائی عمرو بن الحارث (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت ترکے میں نہ درہم چھوڑا اور نہ دینار چھوڑا، نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کوئی چیز چھوڑی سوائے سفید خچر کے، اسلحے اور کچھ زمین کے جسے آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری: ۲۷۳۹)

اس سے ثابت ہوا کہ اصولِ محدثین پر یہ حدیث متواتر ہے۔

نیز دیکھئے قطف الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ للسیوطی (ح ۱۰۰) نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ح ۲۷۲) اور لقط اللآلی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترہ (ح ۲۶)

شیعہ اسماء الرجال کی رو سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ ابو عبداللہ (جعفر بن محمد الصادق) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وإنّ العلماء ورثة الأنبياء ، إن الأنبياء لم يورّثوا دينارًا ولا درهمًا ولكن ورّثوا العلم فمن أخذ منه أخذ بحظ وافر.)) اور بے شک انبیاء کے وارث علماء ہیں، بے شک نبیوں کی وراثت درہم اور دینار نہیں ہوتی لیکن وہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں، جس نے اسے لے لیا تو اس نے بڑا حصہ لے لیا۔ (الاصول من الکافی للکلینی ج ۱ ص ۳۴ باب ثواب العالم والمتعلم ح ۱، وسندہ صحیح عند الشیعہ)

اہلِ سنت کی متواتر احادیث اور شیعہ کی اس عند الشیعہ صحیح روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء و رسل کی مالی وراثت نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ ان کی وراثت علم

کی وراثت ہے اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے علم کو حاصل کرے، اس پر کما حقہ عمل کرے اور اپنی ساری زندگی کتاب وسنت کے مطابق گزار دے۔

ایک آیت میں آیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام داود علیہ السلام کے وارث ہوئے، اس سے مراد مالی وراثت نہیں بلکہ علم کی وراثت ہے۔ (۱۰/شوال ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۸/اگست ۲۰۱۲ء)

صحیح اور متواتر حدیث کی وجہ سے باغ فدک کا مطالبہ پورا نہ کرنا ایسا شرعی عذر ہے، جس کا کوئی شخص زمانۂ تدوینِ حدیث کے بعد انکار نہیں کر سکتا اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

جس حدیث کو سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا زبیر بن العوام، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عباس بن عبد المطلب وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان کیا، اسے کون ''مائی کالال'' ضعیف کہہ سکتا ہے؟!

جب ناراضی کی اصل وجہ ختم ہوئی تو شیعہ کا اعتراض بھی ختم ہو گیا۔

فضیل بن مرزوق الرقاشی الکوفی (صدوق شیعی، وثقہ الجمہور) سے روایت ہے کہ (امام) زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (رحمہ اللہ) نے فرمایا:

"أما أنا فلو كنت مكان أبي بكر رضي الله عنه لحكمت بمثل ما حكم به أبو بكر رضي الله عنه في فدك" اگر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو فدک کے بارے میں اسی طرح فیصلہ کرتا جس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳۰۲/۶، کتاب الاعتقاد لہ ص ۴۹۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ۲۸۱/۷ ح ۳۳۳۸، فضائل الصحابۃ للدارقطنی: ۴۶ وسندہ حسن)

فضیل بن مرزوق تک سند صحیح ہے اور وہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین الباقر رحمہ اللہ نے فرمایا: **" من جهل فضل أبي بكر و عمر رضي الله عنهما فقد جهل السنة"** جس شخص کو ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل معلوم نہیں تو وہ شخص سنت سے جاہل ہے۔ (کتاب الشریعۃ للآجری ص ۸۵۱ ح ۱۸۰۳، وسندہ حسن)

اورانھوں نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا: "اللهم إني أتولى أبا بكر و عمر و أحبهما، اللهم إن كان في نفسي غير هذا فلا نالتني شفاعة محمد ﷺ يوم القيامة." اے اللہ! میں ابوبکر وعمر کو اپنا ولی مانتا ہوں اور ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر میرے دل میں اس کے خلاف کوئی دوسری بات ہو تو قیامت کے دن مجھے محمد ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ (تاریخ دمشق ابن عساکر ۵۷/۲۲۳ وسندہ حسن)

امام جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ نے فرمایا: " بریٔ اللّٰہ ممن تبرأ من أبي بكر و عمر " اللہ اس شخص سے بری ہے جو شخص ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) سے بری ہے۔

(فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل ۱/۱۶۰ ح ۱۴۳، وسندہ صحیح)

سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بلایا (اور فرمایا:) "أنت ورثت رسول اللّٰه ﷺ أم أهله ؟ " کیا رسول اللہ ﷺ کے وارث آپ ہیں یا آپ کے گھر والے؟ انھوں نے جواب دیا: (میں) نہیں بلکہ آپ کے گھر والے ہیں۔

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ کے مالِ غنیمت والا حصہ کہاں ہے؟ تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((إن اللّٰه عزوجل إذا أطعم نبيًّا طعمة ثم قبضه جعله للذي يقوم من بعده.)) بے شک اللہ تعالیٰ جب اپنے نبی کو (مالِ غنیمت میں سے) کچھ نصیب فرماتا ہے پھر اس نبی کی روح قبض کر لیتا ہے تو اسے ان کے جانشین کے کنٹرول میں دے دیتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس مال کو تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: " فأنت و ما سمعت من رسول اللّٰه ﷺ أعلم " پس آپ اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے زیادہ جانتے ہیں۔

(مسند احمد ۱/۴ ح ۱۴، وسندہ حسن)

بیہقی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: "ثم رجعت" پھر (فاطمہ رضی اللہ عنہا) واپس چلی

گئیں۔ (السنن الکبریٰ ۶/۳۰۲ وسندہ حسن)

یہ روایت بہت زیادہ مختصر ہے اور صحیح بخاری وغیرہ کی احادیث کے ساتھ ملا کر اس کا یہ مطلب بنتا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی کوئی وراثت ہوتی تو آپ کے اہل (بیویاں اور بیٹیاں) سب سے زیادہ اس کی وارث ہوتیں۔ تاہم اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رجوع کر لیا تھا، لہٰذا ناراضی ختم ہوگئی۔

۴: آپ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، غالباً وہ درج ذیل روایت ہے:

"إسماعيل بن أبي خالد عن الشعبي قال: لما مرضت فاطمة رضي الله عنها أتاها أبو بكر الصديق رضي الله عنه فاستأذن عليها فقال علي رضي الله عنه: يا فاطمة! هذا أبو بكر يستأذن عليك؟ فقالت: أتحب أن آذن له؟ قال: نعم، فأذنت له فدخل عليها يترضاها وقال: والله ما تركت الدار والمال والأهل والعشيرة إلا ابتغاء مرضاة الله و مرضاة رسوله و مرضاتكم أهل البيت، ثم ترضاها حتى رضيت." (السنن الکبریٰ للبیہقی ۶/۳۰۱ وقال: "ھذا مرسل حسن باسناد صحیح" کتاب الاعتقاد للبیہقی ص ۴۹۶، دلائل النبوۃ ۷/۲۸۱ ح ۳۳۲۷، طبقات ابن سعد ۸/۲۷)

اسی روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

(۱) اسماعیل بن ابی خالد ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس راوی ہیں۔

حاکم نیشاپوری نے انھیں مدلس کہا۔ (المدخل الی الاکلیل ص ۴۶)

انھیں حافظ ابن حجر (طبقہ ثانیہ) علائی، ابوزرعہ ابن العراقی، حلبی، ابومحمود المقدسی اور سیوطی نے مدلسین میں شمار کیا۔

(طبقات المدلسین ۲/۳۶، جامع التحصیل ص ۱۰۵، کتاب ابی زرعہ ابن العراقی: ۳، حلبی ص ۱۴)

امام عجلی نے ان کی توثیق کے بعد فرمایا: "ربما أرسل الشيء عن الشعبي فإذا وقف أخبر" وہ بعض اوقات یا اکثر اوقات شعبی سے مرسل روایتیں بیان کرتے (یعنی تدلیس کرتے تھے) پھر جب انھیں روکا جاتا تو (اصل راوی کا نام) بتا دیتے تھے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ۹/ ۶۸، الثقات یعنی تاریخ العجلی: ۸۷)

اس قول میں تدلیس پر ارسال کا لفظ لغوی طور پر استعمال ہوا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ امام عجلی کے نزدیک اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ امام شعبی رحمہ اللہ سے بعض اوقات یا اکثر اوقات تدلیس کرتے تھے۔

(۲) یہ سند مرسل یعنی منقطع ہے۔

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ مسند احمد کی ایک روایت میں آیا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس تشریف لے گئیں تو فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا کہ میں آپ کی اہل میں سے سب سے پہلے آپ سے جاملوں گی۔

(ج ۶ ص ۲۸۳، موسوعہ حدیثیہ ۴۳/ ۱۹ ح ۲۶۴۲۰، رحماء بینہم لمحمد نافع ج ۱ ص ۱۳۴)

اس کی سند منقطع ہے۔ جعفر بن عمرو بن امیہ نے نہ تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا اور نہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت وہ موجود تھے۔

فقرہ نمبر ۱ کے تحت مسند احمد (۱/ ۴ ح ۱۴) والی حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ پر اعتراض سے رجوع کر لیا تھا، یعنی ان کا راضی ہو جانا صحیح ہے، لہٰذا ناراضی والی روایت منسوخ ہے۔ واللہ اعلم

۳: یہ تو صحیح ہے کہ سیدنا و مولانا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں (بنو اُمیہ کی طرف سے) سَبّ کیا جاتا تھا یعنی بُرا بھلا کہا جاتا تھا لیکن خود سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ سب وشتم کہنا ثابت نہیں۔

اس سلسلے میں ریاض النضرۃ نامی کتاب کی روایت بے سند و بے حوالہ ہے۔

صحیح مسلم وغیرہ میں "أمر معاویه بن أبي سفیان سعدًا" کے الفاظ ہیں یعنی معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا تھا۔ (ترقیم دارالسلام: ۶۲۲۰)

کیا حکم دیا تھا؟ اس کی صراحت کہیں نہیں اور عین ممکن ہے کہ مجلس میں یہ حکم دیا ہو کہ میرے قریب آکر بیٹھ جائیں۔

محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی اور قاضی عیاض المالکی کی عبارات میں یہ صراحت موجود ہے کہ اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ امیر معاویہ نے سب وشتم کا حکم دیا تھا۔

(اکمال اکمال المعلم ۸/ ۲۲۸، اکمال المعلم ۷/ ۴۱۵)

ریاض النضرۃ والی روایت تو باطل ومردود ہے۔

ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد: محب الدین الطبری المکی (م۶۹۴ھ) کی یہ کتاب: ریاض النضرۃ ایک غیر مستند اور نا قابلِ حجت کتاب ہے، الا یہ کہ کسی خاص روایت کی تحقیق کر کے اس کا صحیح یا حسن ہونا ثابت ہو جائے۔

بے سند کتابوں کے بجائے اصل اور باسند کتابوں کی طرف رجوع کرنا اور پھر ہر روایت کی تحقیق کر کے صحیح وثابت سے استدلال کرنا ہی ضروری ہے۔

٤: البدایہ والنہایہ والی یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۴۲/ ۱۱۹) میں بحوالہ تاریخ ابی زرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو الدمشقی موجود ہے۔

اس روایت کی سند تین وجہ سے ضعیف ومردود ہے:

(۱) محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہیں اور سند میں سماع کی تصریح نہیں۔

(۲) عبداللہ بن ابی نجیح ثقہ مدلس ہیں اور یہ سند عن سے ہے۔

ذکرہ ابن حجر فی المدلسین (۳/ ۷۷)

(۳) ابونجیح یسار المکی کی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں، یعنی یہ سند منقطع ہے۔

٥: سنن ابن ماجہ (۱۲۱) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲/ ۶۱ ح ۳۲۰۶۹) والی روایت کی سند درج ذیل ہے:

" عبد الرحمن بن سابط عن سعد بن أبي وقاص..."

اس سند کے بارے میں شیخ البانی نے لکھا ہے:" قلت: و إسناده صحيح "

(الصحیحہ ۴/ ۳۳۵ ح ۱۷۵۰)

حالانکہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: عبدالرحمٰن بن سابط نے سعد بن ابی وقاص سے (کچھ) نہیں سنا۔ (تاریخ ابن معین: ۳۶۵، کتاب المراسیل لابن ابی حاتم ص ۱۲۸، فقرہ: ۴۵۹)

یعنی یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس منقطع روایت کو "وإسناده صحیح" کہنا بہت عجیب وغریب ہے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے سنن ابن ماجہ کی اس روایت کو منقطع قرار دینے کے بعد شواہد کی وجہ سے "صحیح" قرار دیا تھا، حالانکہ شواہد میں "فنال منه" کا نام ونشان تک نہیں، لہٰذا یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے اور اس روایت کے بارے میں سنن ابن ماجہ کی سابقہ تحقیق منسوخ ہے۔

اس بارے میں روایت کے ضعیف ثابت ہونے کے بعد شیخ سندھی کی تشریح (ج ۱ ص ۵۸) کی کوئی حیثیت نہیں۔

☆ ابن عبد ربہ الاندلسی (۳۲۸ھ) کی کتاب العقد الفرید (۳/۳۰۰، دوسرا نسخہ ۵/۱۱۵، شاملہ) والی روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

یہ ساری کتاب (العقد الفرید) مشکوک وناقابلِ اعتبار ہے۔

(نیز دیکھئے کتب حذر منھا العلماء ج ۲ ص ۴۴۔۴۵)

۶: مسند احمد (۶/۳۲۳ ح ۲۶۷۴۸) کی روایت درج ذیل ہے:

"إسرائیل عن أبي إسحاق عن أبي عبد اللّٰه الجدلي قال: دخلت علی أم سلمة فقالت لي: أیسبّ رسول اللّٰه ﷺ فیکم؟ قلت: معاذ اللّٰه أو سبحان اللّٰه أو کلمة نحوها، قالت: سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول: من سبّ علیًّا فقد سبّني" (نیز دیکھئے المستدرک ۳/۱۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲/۷۶۔۷۷، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۳/۳۲۲۔۳۲۳ ح ۷۳۷)

اس سند میں ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی مشہور ثقہ مدلس ہیں اور سند عن سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔

مسند ابی یعلیٰ (۱۲/۴۴۴۔۴۴۵ ح ۷۰۱۳) اور المعجم الکبیر (۲۳/۳۲۳ ح ۷۳۸)
کی روایت کی سند درج ذیل ہے:
"عيسى بن عبد الرحمن البجلي عن السدي عن أبي عبد الله الجدلي قال قالت أم سلمة ..."

اس کے بارے میں حسین سلیم اسد نے لکھا ہے:
"رجاله ثقات إلا أنه عند منقطع . ما علمت روايه لإسماعيل بن عبد الرحمن السدي عن أبي عبد الله الجدلي فيما اطلعت عليه. والله أعلم"
یعنی یہ سند شبہُ انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ان دونوں روایتوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کی صراحت موجود نہیں۔

۷: العبر فی خبر من غبر للذہبی (۱/۳۵ وفیات ۴۱ھ) والی روایت مکمل سند نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے، نیز مذکورہ سند کا راوی مجالد بن سعید الہمدانی بھی عندالجمہور ضعیف ہے۔

۸: ابوالفداء (م ۷۳۲ھ) کی بے سند تاریخ (المختصر فی اخبار البشر ۱/۱۸۳) کی روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۹: البدایہ والنہایہ (۸/۱۷) کی روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱۰: تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۳/۲۶۴) کی سند میں مجالد بن سعید ضعیف راوی ہے۔
حافظ نورالدین الہیثمی نے فرمایا: **"وضعفه الجمهور"** (مجمع الزوائد ۹/۴۱۶)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ شیعہ کی پیش کردہ روایات کا بڑا حصہ ضعیف، بے سند و مردود ہے اور صحیح روایات سے وہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا جو وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

ہم پر یہ ضروری ہے کہ تمام صحابہ کرام سے محبت کریں اور ان کے بارے میں کسی قسم کی زبان درازی نہ کریں، بلکہ بہت احتیاط کریں۔ **وما علينا إلا البلاغ**

(۱۱/ شوال ۱۴۳۳ھ بمطابق ۳۰/ اگست ۲۰۱۲ء)

حافظ زبیر علی زئی

ختمِ نبوت پر چالیس دلائل

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ محمد بن عبد اللّٰہ بن عبدالمطلب :رسول اللّٰہ الأمین و خاتم النبیین أي آخر النبیین و رضي اللّٰہ عن آلہ و أصحابہ و أزواجہ و ذریتہ أجمعین و رحمۃ اللّٰہ علی التابعین و أتباع التابعین و أتباع أتباع التابعین و ھم السلف الصالحین من خیر القرون و من تبعھم باحسان إلٰی یوم الدین ، أما بعد:

قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے کہ سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب: رسول اللہ ﷺ آخری نبی اور آخری رسول ہیں، آپ کے بعد قیامت تک نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی پیدا ہوگا۔

اس متفقہ اور ضروریاتِ دین میں سے اہم ترین عقیدے پر بے شمار دلائل میں سے چالیس (۴۰) دلائل درج ذیل ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ﴾ محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن آپ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ (الاحزاب:۴۰)

اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں مشہور مفسرِ قرآن امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) نے لکھا ہے:

''بمعنی أنہ آخر النبیین'' اس معنی میں کہ آپ آخری نبی ہیں۔

(تفسیر طبری، مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ مصر ۹/۲۴۴)

اس آیت کی یہ تشریح و تفسیر درج ذیل ائمہ اسلام سے بھی ثابت ہے:

۱: الامام الثقہ وامیر المومنین فی النحو ابوزکریا یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منظور الدیلمی

الاسدی الکوفی النحوی الفراء، صاحب الکسائی (متوفی ۲۰۷ھ)

☆ معانی القرآن للفراء (۳۴۴/۲ مکتبہ شاملہ)

۲: امام ونحوئ زمانہ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن السری بن سہل الزجاج البغدادی (متوفی ۳۱۱ھ)

☆ معانی القرآن واعرابہ للزجاج (۲۳۰/۴ شاملہ)

۳: الامام المفسر ابوبکر محمد بن عزیر (اوعزیز) السجستانی العزیری (متوفی ۳۳۰ھ)

☆ غریب القرآن للسجستانی (۲۱۱/۱ شاملہ)

۴: العلامہ وامام العربیہ ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی النحوی المصری (متوفی ۳۳۸ھ)

☆ اعراب القرآن للنحاس (۲۱۷/۳ شاملہ، نسخہ مطبوعہ دارالمعرفۃ لبنان ص ۷۷۴)

۵: ابوالليث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی (متوفی ۳۸۵ھ)

☆ تفسیر السمرقندی المسمی بحر العلوم (۳/۵۴-۵۳)

۶: العلامہ المفسر ابومنصور محمد بن احمد بن الازہر بن طلحہ الازہری اللغوی (متوفی ۳۷۰ھ)

☆ معانی القراءات للازہری (۲۸۴/۲ شاملہ)

تہذیب اللغۃ للازہری (۱۳۸/۷، شاملہ)

۷: المفسر وامام النحو ابوالحسن علی بن فضال بن علی بن غالب المجاشعی القیروانی التمیمی الفرزدقی (متوفی ۴۷۹ھ)

☆ النکت فی القرآن الکریم للمجاشعی القیروانی (۳۹۴/۱ شاملہ)

۸: الامام المفسر ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (متوفی ۴۶۸ھ)

☆ الوسیط فی تفسیر القرآن المجید (۴۷۴/۳)

۹: ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری الفارابی (متوفی ۳۹۴ھ)

☆ تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ المسمی الصحاح للجوہری (۱۵۵۰/۴، قال: "و خـــاتـمـة

الشيُ: آخره ")

۱۰: ابوعبدالرحمٰن خلیل بن احمد الفراھیدی (متوفی ۱۷۵ھ)

☆ کتاب العین (ص ۲۳۱ قال: "و خاتمة السورة: آخرها. و خاتم العمل و کل شيء: آخره")

۱۱: ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا (متوفی ۳۹۵ھ)

☆ معجم مقاییس اللغة (۲/۲۴۵ قال: "والنبي ﷺ خاتم الأنبیاء لأنه آخرهم")

۱۲: ابوعبداللہ الحسین بن محمد الدامغانی (متوفی ۴۷۸ھ)

☆ الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللہ العزیز (ص ۲۰۶)

۱۳: ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار بن احمد المروزی السمعانی التمیمی (متوفی ۴۸۹ھ)

☆ تفسیر السمعانی (۴/۲۹۰ شاملہ)

۱۴: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد البغدادی عرف ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

☆ زادالمسیر فی علم التفسیر (۶/۳۹۳)

۱۵: محیی السنة ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی (متوفی ۵۱۶ھ)

☆ معالم التنزیل یعنی تفسیر البغوی (۳/۵۳۳)

۱۶: قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ یعنی ابن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ)

☆ احکام القرآن (۳/۱۵۴۹)

۱۷: الامام العلامة الحافظ شیخ التفسیر ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم النیسابوری (متوفی ۴۲۷ھ)

☆ الکشف والبیان یعنی تفسیر الثعلبی (۸/۵۰)

۱۸: العلامة الماہر والمحقق الباہر ابوالقاسم الحسین بن محمد بن المفضل یعنی الراغب الاصبہانی (متوفی ۵۰۲ھ تقریباً)

☆ مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن (ص ۱۴۳، قال: لأنه ختم النبوة أي تممها بمجيئه)

۱۹: ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المفسر (متوفی ۶۷۱ھ)

☆ الجامع لاحکام القرآن (۱۴/ ۱۹۶)

۲۰: ابوالقاسم شہاب الدین عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان المقدسی الدمشقی ابوشامہ (متوفی ۶۶۵ھ)

☆ ابراز المعانی من حرز المعانی (۱/ ۲۵۰ شاملہ)

نیز دیکھئے حجۃ القراءات لعبدالرحمٰن بن محمد ابی زرعۃ بن زنجلہ (۱/ ۵۷۸ شاملہ) تفسیر ابن کثیر (۵/ ۱۸۵، دوسرا نسخہ ۱۱/ ۱۷۵۔۱۷۶) القاموس المحیط للفیروز آبادی (ص ۱۴۲۰) تاج العروس مع جواہر القاموس لمحمد مرتضیٰ الزبیدی (۱۶/ ۱۹۰) اور لسان العرب لابن منظور (۱۲/ ۱۶۴) وغیرہ۔

اس آیتِ کریمہ کی متفقہ تفسیر سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کا مطلب آخر النبیین ہے اور اسی پر اہلِ اسلام کا اجماع ہے۔

تنبیہ: مدینہ منورہ والے قرآن مجید میں خاتم النبیین (تاء کی زیر کے ساتھ) ہے اور یہ قراءت بھی اسی کی دلیل ہے کہ اس سے مراد آخر النبیین ہیں۔ ﷺ

۱: قراءت قالون (ص ۳۷۱) مطبوعہ لیبیا

۲: قراءت ورش (ص ۳۴۶) مطبوعہ مصر

دوسرا نسخہ (ص ۴۹۰) مطبوعہ الجزائر

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ کے مفہوم پر بیس سے زیادہ حوالوں کے بعد عرض ہے کہ اس آیت کے علاوہ بہت سی دوسری آیات بھی ہیں، جن سے اہلِ اسلام ختمِ نبوت پر استدلال کرتے ہیں، جن کی تفصیل مطول کتابوں میں ہے اور اب احادیث صحیحہ متواترہ پیشِ خدمت ہیں:

۱/۲) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے (بسندِ عامر بن سعد بن ابی وقاص) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:

((أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لانبوة بعدي .))

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھارا میرے ساتھ وہ مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۲/۲۴۰۴، ترقیم دارالسلام: ۶۲۲۰)

صحیح مسلم کے علاوہ یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۱/۱۸۵ ح ۱۶۰۸) سنن ترمذی (۲۹۹۹، ۳۷۲۴ وقال: حسن غریب صحیح)

خصائص علی للنسائی (۱۱) اور مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (روایۃ الدورقی: ۱۹) وغیرہ

اس کے راوی ابو محمد بکیر بن مسمار القرشی الزہری المدنی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے ثقہ وصدوق ہیں اور ان پر امام بخاری کی جرح ثابت نہیں، بلکہ وہ دوسرے راوی بکیر بن مسمار پر ہے اور اگر یہی راوی مراد ہوں تو یہ ہلکی سی جرح (فیہ بعض النظر) جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے، نیز بکیر اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ سعید بن المسیب نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ دیکھئے فقرہ: ۲/۳

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((... إلا أنه ليس بعدي نبي.)) سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مسند ابی یعلی الموصلی ۲/۹۹ ح ۷۵۵ وسندہ صحیح)

۲/۳) سعید بن المسیب نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:

((أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.))

(صحیح مسلم: ۳۰/۲۴۰۴، دارالسلام: ۶۲۱۷)

۳/٤) مصعب بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: ((ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من

موسى إلا أنه ليس نبي بعدي.))

(صحیح بخاری: ۴۴۱۶، صحیح مسلم: ۲۴۰۴، مسند سعد بن ابی وقاص روایۃ الدورقی: ۴۹ والحکم بن عتیبہ صرح بالسماع)

۴/۵) ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: **((الا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.))**

(خصائص علی للنسائی: ۵۳ وسندہ حسن، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۱۶۳/۴، وتحقیقی مخطوط مصور ص ۲۰۵ ح ۲۰۷)

اس حدیث کے راوی امام محمد بن اسحاق بن یسار المدنی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں اور انھوں نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

امام ابونعیم الاصبہانی نے اس حدیث کو ایک اور صحیح سند سے روایت کر کے فرمایا:

"**صحيح مشهور من حديث شعبة**" (حلیۃ الاولیاء ۱۹۴/۷)

۵/۶) عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص عن ابیہا کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: **((أو ما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا النبوة.))** (مسند احمد ۱۷۰/۱ ح ۱۴۶۳، وسندہ صحیح)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو پانچ تابعین نے روایت کیا ہے: عامر بن سعد بن ابی وقاص، سعید بن المسیب، مصعب بن سعد بن ابی وقاص، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص اور عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رحمہم اللہ اجمعین۔

۷) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((و أنا العاقب.)) اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۳۲، ۴۸۹۶ والزہری صرح بالسماع عندہ، صحیح مسلم: ۲۳۵۴، دارالسلام: ۶۱۰۵، ۶۱۰۷)

اس حدیث کے راوی امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (ثقہ بالا جماع اور جلیل القدر تابعی) نے العاقب کی تشریح میں فرمایا: "**الذي ليس بعده نبي.**" وہ جس کے بعد کوئی

نبی (پیدا) نہ ہو۔ (صحیح مسلم، ترقیم دارالسلام: ۶۱۰۷)

اس حدیث کی تشریح میں امام سفیان بن حسین بن حسن الواسطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"آخر الأنبیاء" (تاریخ المدینہ لعمر بن شبہ ۲/ ۶۳۱، وسندہ صحیح الیہ، المعجم الکبیر للطبرانی ۲/ ۱۲۲ ح ۱۵۲۶)

یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے، مثلاً دیکھئے: مسند الحمیدی (تحقیقی: ۵۵۵) سنن ترمذی (۲۸۴۰ وقال: هذا حدیث حسن صحیح) مسند احمد (۴/ ۸۱، ۸۴) اور السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۵۹۰) وغیرہ

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو ان کے دونوں بیٹوں محمد بن جبیر بن مطعم اور نافع بن جبیر بن مطعم نے بیان کیا ہے۔ (نافع بن جبیر کی روایت کے لئے دیکھئے مسند احمد ۴/ ۸۳۔ ۸۷، البحر الزخار ۸/ ۳۴۰ ح ۳۴۱۳ وقال البزار: "وإسناده صحیح")

۸) سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((و أنا المقفی.)) اور میں مقفیٰ (آخری نبی) ہوں۔

(شمائل الترمذی تحقیقی: ۳۶۶۔ ۳۶۷ وسندہ حسن، کشف الاستار للبزار ۳/ ۱۲۰ ح ۲۳۷۸)

یہ روایت ابوبکر بن عیاش عن عاصم بن ابی النجود عن ابی وائل شقیق بن سلمہ عن حذیفہ کی سند سے ہے اور حماد بن سلمہ کی سند سے عن عاصم بن ابی النجود عن زر بن حبیش عن حذیفہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ (دیکھئے مسند احمد ۵/ ۴۰۵، صحیح ابن حبان: ۶۰۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۵۷ ح ۳۱۶۸۳)

یہ حدیث دونوں سندوں سے حسن لذاتہ ہے۔ قاری ابوبکر بن عیاش اور قاری عاصم بن ابی النجود دونوں جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

مقفیٰ کی تشریح میں حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے لکھا ہے:

"لأنه آخر الأنبیاء" کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ (التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید ۱۹/ ۴۵ حدیث تاسع و أربعون لأبی الزناد، الاستذکار ۲/ ۳۷۵ فقرہ: ۳۹۶)

۹) سیدنا ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:((أنا محمد و أنا أحمد و المقفیٰ ...))
میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور المقفیٰ ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۴۵۷ ح ۳۱۶۸۴ وسندہ صحیح، مسند احمد ۴/ ۳۹۵، صحیح مسلم: ۲۳۵۵، دارالسلام: ۶۱۰۸)

نیز دیکھئے حدیث سابق: ۸

تنبیہ: امام وکیع اور ابونعیم الفضل بن دکین کا امام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود المسعودی الہذلی رحمہ اللہ سے سماع ان کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

(دیکھئے الکواکب النیرات ص ۲۹۴)

۱۰/ ۱) عمرو بن عبداللہ الحضرمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابوامامہ الباہلی (صدی بن عجلان) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((وأنا آخر الأنبیاء و أنتم آخر الأمم .)) اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔

(کتاب الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم ۲/ ۴۴۷ ح ۱۲۴۹، وسندہ صحیح، السنۃ لابن ابی عاصم ص ۱۷۱ ح ۳۹۱، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۷۹ ح ۴۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی ۸/ ۱۷۲۔ ۱۷۳ ح ۷۶۳۵ مختصراً، مسند الرویانی ۲/ ۲۹۵ ح ۱۲۳۹، الشریعہ للآجری ۳/ ۱۳۱۲ ح ۸۸۲، المستدرک للحاکم ۴/ ۵۳۶ ح ۸۶۲۰ وصححہ علیٰ شرط مسلم ووافقہ الذہبی، کتاب الفتن للامام نعیم بن حماد الصدوق رحمہ اللہ ۲/ ۵۱۷ ح ۱۴۴۶، دوسرا نسخہ: ۱۳۱۳، الفتن للامام حنبل بن اسحاق [بحوالہ مکتبہ شاملہ]: ۳۷)

عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو امام معتدل عجلی، نیز ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا وہ ثقہ صحیح الحدیث راوی ہیں اور باقی سند صحیح ہے۔

۱۱/ ۲) شرحبیل بن مسلم اور محمد بن زیاد کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أیها الناس! أنه لانبي بعدي و لا أمة بعدکم .)) اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی امت نہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۸/ ۱۳۶ ح ۷۵۳۵ وسندہ حسن، السنۃ لابن ابی عاصم ۲/ ۷۱۵۔ ۷۱۶ ح ۱۰۹۵، دوسرا نسخہ: ۱۰۶۱)

اسماعیل بن عیاش کی یہ روایت شامیوں سے ہے اور انھوں نے سماع کی تصریح کر دی

ہے، لہٰذا یہ سند حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۰، اور ۱۱ سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے ختم نبوت والی حدیث تین راویوں نے بیان کی ہے: عمرو بن عبداللہ الحضرمی، شرحبیل بن مسلم اور محمد بن زیاد، لہٰذا ان سے یہ حدیث صحیح مشہور ہے۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اسد بن وداعہ (صدوق) راوی نے بھی بیان کی ہے۔ (دیکھئے المعجم الکبیر للطبرانی ۸/۱۶۲۔۱۶۳ ح ۷۶۲۲)

۱۲) سیدنا ثوبان (مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كُلهم يزعم أنه نبي، و أنا خاتم النبيين ، لا نبي بعدي.)) اور بے شک میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (سنن ابی داود: ۴۲۵۲ وسندہ صحیح)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۵/۲۷۸ ح ۲۲۳۹۵) سنن ترمذی (۲۲۱۹ وقال: ھذا حدیث صحیح)

اور صحیح ابن حبان (الاحسان: ۷۱۹۴، دوسرا نسخہ: ۷۲۳۸) وغیرہ

اس حدیث کے راوی امام ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں اور ان کا مدلس ہونا ثابت نہیں، لہٰذا یہ سند بالکل صحیح ہے۔

اس حدیث پر عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے دو عجیب اعتراض کئے ہیں:

۱: ثوبان نا قابل اعتبار ہیں۔

۲: ابو قلابہ نا قابل اعتبار ہیں۔ (پاکٹ بک ص ۳۱۲)

اس قادیانی جرح کا جواب یہ ہے کہ حافظ ذہبی کی کتاب: میزان الاعتدال (۱/۳۷۳، دوسرا نسخہ ۱/۳۷۳ ت ۱۴۰۳) میں جس ثوبان بن سعید پر ازدی (ضعیف ومجروح) کی جرح "يتكلمون فيه" ہے، وہ دوسرے آدمی تھے اور ان کے بارے میں امام ابو زرعہ الرازی نے

فرمایا:" لا بأس به " (دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۱/ ۴۷۰، اور لسان المیزان ۲/ ۸۵، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۵۰)

جبکہ ہماری ذکر کردہ حدیث میں سیدنا ثوبان الہاشمی الشامی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام یعنی مولیٰ تھے۔

(دیکھئے الاصابہ لابن حجر ۱/ ۲۰۴ ت ۹۶۷، اور تقریب التہذیب: ۸۵۸)

نیز دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (۳/ ۴۹۷-۴۹۸)

ابو قلابہ پر قادیانی جرح کے جواب کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات (۳/ ۴۹۶-۴۹۷)

۱۳) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب .)) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۶ وقال: "هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث مشرح بن هاعان" مسند احمد ۴/ ۱۵۴، مستدرک الحاکم ۳/ ۸۵ ح ۴۴۹۵ وقال: "هذا الحديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه" وقال الذهبي: صحيح)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور اسے درج ذیل علماء نے حسن یا صحیح قرار دیا ہے:

۱: ترمذی (حسن)

۲: حاکم (صحیح)

۳: ذہبی (صحیح)

اس حدیث کے راوی مشرح بن ہاعان جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں۔ (دیکھئے میری کتاب: نور العینین ص ۱۸۲-۱۸۴)

۱/۱۴) ابو صالح السمان ذکوان الزیات رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **((إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتًا فأحسنه و أجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يتعجبون له ويقولون :هلا و ضعت هذه اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة و أنا خاتم النبيين .))** بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی

طرح ہے، جس نے بہت اچھے طریقے سے ایک گھر بنایا اور اسے ہر طرح سے مزین کیا، سوائے اس کے کہ ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑ دی) پھر لوگ اس کے چاروں طرف گھومتے ہیں اور (خوشی کے ساتھ) تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ اینٹ یہاں کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: پس میں وہ (نبیوں کے سلسلے کی) آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (صحیح بخاری: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: ۲۲/۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۱)

یہ حدیث دوسری بہت سی کتابوں میں بھی ہے۔ مثلاً دیکھئے:

مسند احمد (۲/ ۳۹۸ ح ۹۱۶۷) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۴۲۲) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۴۰۵) اور شرح السنۃ للبغوی (۱۳/ ۲۰۱۔۲۰۲ ح ۳۶۲۱ وقال: **هذا حديث متفق على صحته**) وغیرہ۔

۲/۱۵) مشہور ثقہ تابعی امام ہمام بن منبہ بن کامل الصنعانی الیمنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۲ھ) کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر [کے کمرے] بنائے اور انھیں خوب آراستہ پیراستہ کر کے مکمل کر دیا، لیکن گھروں [یعنی کمروں] کے کناروں میں سے ایک کنارے پر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور (عمارت کو) چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں، اور وہ عمارت انھیں تعجب میں ڈالتی ہے، لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ جس سے اس (عمارت) کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ہی وہ اینٹ ہوں۔'' (الصحیفۃ الصحیحۃ، صحیفہ ہمام بن منبہ مترجم ص ۳۷ ح ۲، دوسرا نسخہ ص ۶۶۔۶۸، تیسرا نسخہ ص ۲۸، چوتھا نسخہ ص ۷، صحیح مسلم ۲۱/۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۰، مسند احمد ۲/۳۱۲ ح ۸۱۰۱، ۲/ شرح السنۃ للبغوی ۱۳/ ۱۹۹ ح ۳۶۱۹ وقال: **هذا حديث متفق على صحته**)

۳/۱۶) امام عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خوبصورت عمارت تعمیر کرنے کی مرفوع حدیث مذکور ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''**فكنت أنا تلك اللبنة**'' پس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۰/ ۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۵۹، مسند احمد ۲/ ۲۴۴، مسند الحمیدی بتحقیقی: ۱۰۴۳، دوسرا نسخہ: ۱۰۳۷)

۴/۱۷) عبدالرحمٰن بن یعقوب رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**فضّلت علی الأنبیاء بست: أعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب و أحلّت لي الغنائم و جعلت لي الأرض طهورًا و مسجدًا و أرسلت إلی الخلق کافّة و ختم بي النبیون.**))

مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا کی گئی ہیں:

۱: مجھے جوامع الکلم (جامع کلام) عطا کیا گیا۔

۲: رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔

۳: میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔

۴: میرے لئے زمین کو پاک کرنے والی اور مسجد بنایا گیا۔

۵: مجھے ساری مخلوق (تمام انسانوں اور جنوں) کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔

۶: اور میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳، دارالسلام: ۱۱۶۷، مسند احمد ۲/ ۴۱۱، سنن ترمذی: ۱۵۵۳، وقال: هذا حدیث حسن صحیح)

۵/۱۸) ابو حازم سلمان الاشجعی الکوفی رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((**وإنه لا نبي بعدي.**)) اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۴۵۵، صحیح مسلم: ۱۸۴۲، دارالسلام: ۴۷۷۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((**کلما ذهب نبي خلفه نبي وإنه لیس کائنًا فیکم نبي بعدي**)) جب بھی ایک نبی جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آتا تھا اور میرے بعد تم میں کوئی نبی (پیدا) نہیں ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/ ۵۸ ح ۳۷۳۴۹ وسندہ صحیح)

۶/۱۹) عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**فإني آخر الأنبیاء و إن مسجدي آخر المساجد.**)) پس بے شک میں آخری نبی ہوں اور بے شک میری مسجد آخری مسجد (ہے

جسے کسی نبی نے خود تعمیر کیا) ہے۔ (صحیح مسلم:۵۰۷/۱۳۹۴، دارالسلام:۳۳۷۶)

آخر المساجد کی تشریح میں حافظ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵۶ھ) نے لکھا ہے: " فربط الکلام بفاء التعلیل مشعراً بأن مسجده إنما فضّل علی المساجد کلها لأنه متأخر عنها و منسوب إلی نبي متأخر عن الأنبیاء کلهم في الزمان ." پس آپ نے فاءِ تعلیل کے ساتھ یہ بتانے کے لئے کلام مربوط کیا کہ آپ کی مسجد اس وجہ سے تمام مساجد پر فضیلت رکھتی ہے، کیونکہ یہ ان کے بعد ہے اور تمام انبیاء کے بعد آنے والے نبی آخر الزمان کی طرف نسبت رکھتی ہے۔

(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۳/۵۰۶ ح ۱۲۳۶)

قاضی عیاض المالکی اور محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی دونوں نے اس حدیث سے یہ مراد لی کہ آپ ﷺ کی مسجد دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ۴/۵۱۲، اکمال اکمال المعلم ۴/۵۰۹)

آخر الانبیاء کی نسبت سے آخر المساجد کا صرف یہی مطلب ہے کہ آخر مساجد الانبیاء، اس کے علاوہ دوسرا کوئی مطلب ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا معنی سلف صالحین کے کسی مستند عالم سے ثابت ہے۔

۲۰/۷۔۸) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوعبداللہ الاغر (دو تابعین) کی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "فإن رسول اللّٰه ﷺ آخر الأنبیاء و إن مسجده آخر المساجد." پس بے شک رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی مسجد (مساجد انبیاء میں سے) آخری مسجد ہے۔

(صحیح مسلم:۵۰۷/۱۳۹۴، دارالسلام:۳۳۷۶، سنن نسائی:۶۹۵ والکبریٰ لہ:۷۸۴)

نیز دیکھئے حدیث سابق:۱۹

۲۱/۹) امام سعید بن المسیب کی سند سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لم یبق من النبوة إلا المبشرات.)) نبوت میں سے سوائے مبشرات

کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے کہا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:
((الرؤیا الصالحة.)) نیک خواب۔ (صحیح بخاری: ۶۹۹۰)

۲۲/ ۱۰) صعصعہ بن مالک رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **((إنه لیس یبقی بعدي من النبوة إلا الرؤیا الصالحة.))** بے شک میرے بعد نبوت میں سے اچھے خواب کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

(موطأ امام مالک، روایۃ یحییٰ ۲/ ۹۵۶۔ ۹۵۷ ح ۱۸۲۷، وسندہ صحیح، روایۃ ابن القاسم تحقیقی ص ۳۱۵ ح ۱۲۷، سنن ابی داود: ۵۰۱۷ وصححہ الحاکم ۴/ ۳۹۰۔ ۳۹۱ ح ۸۱۷۶ ووافقہ الذہبی)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ختم نبوت والی حدیث کو دس تابعین نے روایت کیا ہے:

۱: ابو صالح السمان
۲: ہمام بن منبہ
۳: عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج
۴: عبدالرحمٰن بن یعقوب
۵: ابو حازم الاشجعی
۶: عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ
۷: ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف
۸: ابو عبداللہ الاغر
۹: سعید بن المسیب
۱۰: صعصعہ بن مالک

ثابت ہوا کہ یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متواتر ہے۔

۲۳) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بہترین اور مکمل گھر (محل) کی مثال کو نبیوں کی مثال قرار دیا۔ جس کی ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**فأنا موضع اللبنة، جئت**

فختمت الأنبياء عليهم السلام .)) پس میں اس اینٹ کی جگہ ہوں، میں آیا تو انبیاء ﷺ کا سلسلہ ختم کر دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۲۸۷، دارالسلام: ۵۹۶۳)

یہ حدیث مختصراً صحیح بخاری (۳۵۳۴) میں بھی موجود ہے۔

۲۴) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبيّ.))

بے شک رسالت اور نبوت منقطع (یعنی ختم) ہو گئی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۲۲۷۲ وقال: "ھذا حدیث صحیح غریب من ھذا الوجہ" وسندہ صحیح، مسند احمد ۳/ ۲۶۷ وصححہ الحاکم ۴/ ۳۹۱ علیٰ شرط مسلم ووافقہ الذہبی)

اس صحیح حدیث پر قادیانیوں کی جرح کے جواب کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (۳/ ۴۸۵۔۴۸۹)

۲۵) صحابیہ ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: **((ذهبت النبوة و بقيت المبشرات.))** نبوت ختم ہو گئی اور مبشرات (نیک خواب) باقی رہ گئے۔ (مسند الحمیدی بتحقیقی: ۳۴۹ وسندہ حسن، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۶، مسند احمد ۶/ ۳۸۱، سنن دارمی ۲/ ۱۲۳ ح ۲۱۴۴، صحیح ابن حبان الاحسان: ۶۰۱۵ وغیرہ)

بوصیری نے زوائد ابن ماجہ میں کہا: " **إسناده صحيح و رجاله ثقات** "(ح ۳۸۹۶)

۲۶) سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما دونوں جب سیدہ ام ایمن (برکہ رضی اللہ عنہا) حاضنۃ النبی ﷺ کے پاس گئے تو ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمایا: " **ولكن أبكي أن الوحي قد انقطع من السماء.** " اور لیکن میں روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا منقطع (ختم) ہو گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۵۴، دارالسلام: ۶۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۵)

پھر وہ دونوں بھی ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۲۷) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرمایا: " **مات صغيراً و لو قضي أن يكون بعد محمد** ﷺ **نبي عاش**

ابنہ و لکن لا نبي بعدہ" وہ بچپن میں ہی وفات پا گئے اور اگر محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کے بیٹے زندہ رہتے، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری: ۶۱۹۴)

۲۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے (مرضِ وفات میں) فرمایا: ((أیها الناس! إنه لم یبق من مبشرات النبوة إلا الرؤیا الصالحة یراها المسلم أو تری له .)) اے لوگو! مبشرات میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا، سوائے اچھے خواب کے جسے کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۷۹، دارالسلام: ۱۰۷۴)

۲۹) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی سند سے سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ذهبت النبوة فلا نبوة بعدي إلا المبشرات)) نبوت ختم ہو گئی، پس میرے بعد کوئی نبوت نہیں، سوائے مبشرات کے۔ پوچھا گیا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اچھا خواب جو آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۱۷۹ ح ۳۰۵۱ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۷/۱۷۳)

۳۰) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ اللیثی الکنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبوت نہیں، سوائے مبشرات کے... نیک خواب۔

(مسند احمد ۵/۴۵۴ ح ۲۳۷۹۵ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے موسوعہ حدیثیہ لمسند الامام احمد (۳۹/۲۱۳-۲۱۴)

۳۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لا یبقی بعدي من النبوة شيٌ إلا المبشرات.))

میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، سوائے مبشرات کے۔

لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: نیک خواب جسے آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

(مسند احمد ۶/ ۱۲۹ ح ۲۴۹۷۷ وسندہ حسن، شعب الایمان للبیہقی: ۴۷۵۰، زوائد البز ار: ۲۱۱۸)

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اسے (دجال کو) قتل کریں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام عادل امام اور انصاف کرنے والے حکمران بن کر زمین میں چالیس سال رہیں گے۔

(مسند احمد ۶/ ۷۵ ح ۲۴۴۶۷ وسندہ حسن، موسوعہ حدیثیہ ۴۱/ ۱۵۔۱۶، و یحییٰ بن ابی کثیر صرح بالسماع)

۳۲) سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مثلي و مثل النبيين من قبلي كمثل رجل بنى دارًا فأتمها إلا لبنة واحدة، فجئت أنا فأتممت تلك اللبنة.)) میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک مکمل گھر بنایا، سوائے ایک اینٹ کے۔ پس میں آ گیا تو میں نے اس اینٹ (کی جگہ) کو مکمل کر دیا۔

(مسند احمد ۳/ ۹ ح ۱۱۰۶۷، صحیح مسلم: ۲۲/ ۲۲۸۶، دارالسلام: ۵۹۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۴۹۹ ح ۳۱۷۶۰)

فائدہ: صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات بھی سماع و متابعات معتبرہ پر محمول ہیں اور اس بات کو تلقی بالقبول حاصل ہے، لہٰذا صحیحین کی کسی حدیث پر تدلیس کا اعتراض صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ والحمد للہ

۳۳) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أنا أولى الناس بعيسى ابن مريم في الأولى والآخرة.)) میں دنیا اور آخرت میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: **((الأنبياء إخوة من علات و أمهاتهم شتى و دينهم واحد فليس بيننا نبي.))** انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی شریعتیں علیحدہ ہیں اور دین ایک ہے، پس ہمارے (میرے اور عیسیٰ کے) درمیان کوئی نبی نہیں۔

(صحیفہ ہمام: ۱۳۳، صحیح مسلم: ۲۳۶۵، دارالسلام: ۶۱۳۲)

ایک روایت میں ہے کہ "**وليس بيني و بين عيسى نبي.**"

اور میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (صحیح مسلم:۱۴۴/۲۳۶۵، دارالسلام:۶۱۳۱)

اس حدیث سے دو باتیں صاف ثابت ہیں:

۱: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں تھے۔

۲: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان سے) نزول تک کوئی نبی نہیں ہوگا اور دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول از آسمان کے بعد قیامت تک بھی کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

۳۴) سیدنا عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إني عند الله لخاتم النبيين و إن آدم عليه السلام لمنجدل في طينته...))

میں اللہ کے ہاں (تقدیر میں) خاتم النبیین (آخری نبی) تھا اور آدم علیہ السلام اس وقت مٹی سے وجود میں نہیں آئے تھے۔ (مسند احمد۴/۱۲۷ح ۱۷۱۵۰ وسندہ حسن وأخطأ من ضعفہ، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۴۰۴، مستدرک الحاکم۲/۶۰۰)

۳۵) سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **((يا علي! أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس بعدي نبي.))** اے علی! تمھارا میرے ساتھ وہی مقام ہے جو ہارون کا موسیٰ (علیہما السلام) سے تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (خصائص علی للامام النسائی:۶۳ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے مسند احمد (۶/ ۴۳۸) فضائل الصحابہ للامام احمد (۱۰۲۰) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲/ ۶۰) اور الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم (۳۳۴۶) وغیرہ۔

۳۶) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

((ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي.))

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھارا میرے ساتھ وہ مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ۷/ ۱۹۶، وسندہ صحیح)

اس حدیث کے راوی عباس بن محمد المجاشعی رحمہ اللہ ثقہ تھے۔ رحمہ اللہ

۳۷) سیدنا ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دوران، لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: ((لا نبي بعدي ولا أمة بعدكم .)) میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی (دوسری) اُمت نہیں۔ (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم ۵/۲۵۲ ح ۲۷۷۹)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

المعجم الکبیر للطبرانی (۲۲/ ۳۱۶ ح ۷۹۷) مسند الشامیین (۲/ ۱۹۳۔۱۹۴ ح ۱۱۷۳) اور السلسلۃ الصحیحہ للالبانی (۷/ ۷۰۷ ح ۳۲۳۳) وغیرہ۔

اس حدیث کے بارے میں تین فوائد پیشِ خدمت ہیں:

۱: بقیہ بن الولید اگرچہ صدوق مدلس تھے، لیکن بحیر بن سعد سے ان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے، کیونکہ یہ باب الروایۃ عن الکتاب میں سے ہے اور یہ روایت بحیر بن سعد ہی سے ہے، لہٰذا صحیح ہے۔

ابن عبدالہادی نے فرمایا: " ورواية بقية عن بحير صحيحة ، سواء صرح بالحديث أم لا ." بقیہ (بن الولید) کی بحیر (بن سعد) سے روایت صحیح ہوتی ہے، چاہے وہ سماع کی تصریح کریں یا نہ کریں۔ (تعلیقہ علی العلل لابن ابی حاتم ص ۱۲۴ ح ۳۵/۱۲۳)

۲: ابوقُتیلہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ دیکھئے تجرید اسماء الصحابۃ للذہبی (۲/۱۹۴ ت ۲۲۴۵)

۳: محمد بن الحسین الازدی کی کتاب: الکنیٰ من لا یعرف لہ اسمہ میں (بغیر سند کے) اس روایت میں بقیہ کے بحیر بن سعد سے سماع کی تصریح ہے۔ (۱/۵۵ ح ۱۳۵، شاملہ)

لیکن یہ تصریح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: ازدی بذاتِ خود ضعیف متروک بلکہ سخت مجروح ہے۔

دوم: یہ متصل سند سے موجود نہیں۔

۳۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمھارا وہی مقام ہو جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ۳/۱۸۵ ح ۲۵۲۵ وسندہ حسن)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲۸

۳۹) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((**بعثت أنا والساعة كهاتين.**)) میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح (نزدیک نزدیک) بھیجے گئے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۶۵۰۴، صحیح مسلم: ۲۹۵۱، دارالسلام: ۷۴۰۴)

دو انگلیوں سے مراد سبابہ اور درمیانی انگلی ہیں۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۷۴۰۵)

اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: " **أراد به أني بعثت والساعة كالسبابة والوسطى من غير أن يكون بيننا نبي آخر، لأني آخر الأنبياء و على أمتي تقوم الساعة.** " اس حدیث سے آپ کی مراد یہ ہے کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کئے گئے ہیں جس طرح سبابہ (شہادت والی انگلی) اور درمیانی انگلی ہیں، ہمارے درمیان دوسرا کوئی نبی نہیں، کیونکہ میں آخری نبی ہوں اور میری اُمت پر ہی قیامت قائم ہوگی۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان ۱۵/ ۱۳ ح ۶۶۴۰، پرانا نسخہ: ۶۶۰۶)

۴۰) عبدالرحمٰن بن آدم کی سند کے ساتھ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تمام) انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کا دین ایک ہے اور ان کی مائیں (شریعتیں) جدا جدا ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ میں عیسیٰ بن مریم کے نزدیک ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور بے شک وہ نازل ہونے والے ہیں...الخ

(مسند احمد ۲/ ۴۳۷ ح ۹۶۳۰ وسندہ صحیح، قتادہ صرح بالسماع، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۷۸۲ والزیادۃ منہ)

نیز دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۱۰۷۔۱۰۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات کے لئے دیکھئے فقرات سابقہ: ۱۴۔۲۲، ۳۳

فہم حدیث کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳۳

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں، مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " **وإن الوحي قد انقطع** " اور بے شک وحی (کا آنا) منقطع ہو گیا ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۶۴۱)

قارئین کرام! قرآن مجید کی آیت مذکورہ (ودیگر آیات) نیز احادیث مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے دور سے لے کر قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، لہٰذا ختمِ نبوت بمعنی آخری نبی کا انکار کرنے والا کافر و مرتد اور اُمتِ مسلمہ سے خارج ہے۔

ختمِ نبوت کی احادیث بیان کرنے والے صحابۂ کرام کے نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے مع حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۱: ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ۳۰

۲: ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ ۱۰۔۱۱

۳: ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ۲۶

۴: ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ۳۲

۵: ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ ۳۷

۶: ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ۹

۷: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۴۔۲۲،۳۳،۴۰

۸: اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ۳۵

۹: ام ایمن رضی اللہ عنہا ۲۶

۱۰: ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا ۲۵

۱۱: انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۲۴،۳۹

۱۲: ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ ۱۲

۱۳: جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ ۲۳

۱۴: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ۷

۱۵: حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ ۲۹

۱۶: حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ۸

۱۷: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۲۔۶

۱۸: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۳۱

۱۹: عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ ۲۷

۲۰: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۲۸، ۳۸

۲۱: عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ ۳۴

۲۲: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ۱۳

۲۳: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۳۶

۲۴: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۲۶

یہ وہ عقیدہ ہے، جس پر صحابۂ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور سلف صالحین کا اجماع رہا ہے اور اسی عقیدے کی بنیاد پر مسیلمہ کذاب اور دوسرے مدعیانِ نبوت کو قتل کیا گیا تھا۔

ختمِ نبوت والی متواتر احادیث اور اس مسئلے پر اُمتِ مسلمہ کے اجماع کے بعد عرض ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قیامت سے پہلے، آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے:

۱: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((ثم ینزل عیسی بن مریم علیہ السلام من السماء ...)) پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ الخ (البحر الزخار ۱۷/۹۶ ح ۹۶۴۲ وعنده بعده: فیوم الناس، کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/۱۴۲۔۱۴۳ ح ۳۳۹۶ وعنده بعده: فیقوم الناس، مجمع الزوائد ۷/۳۴۹)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۱۱۱۔۱۱۲)

حدیث کے لفظ فیقوم کا مطلب یہ ہے کہ لوگ (نماز پڑھنے کے لئے) کھڑے ہو جائیں گے۔ فیؤم کا مطلب یہ ہے کہ نزول از سماء والے دن کے بعد باقی نمازوں میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام امامت فرمائیں گے، لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

۲: سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ...اچانک اللہ

تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا، وہ شہر دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارے کے پاس دو چادریں لپیٹے، اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔ الخ

(صحیح مسلم: ۲۹۳۷، تحقیقی مقالات ۱/ ۱۱۷)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) دو فرشتوں کے پروں پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔

۳: نبی ﷺ جب معراج والی رات آسمان پر تشریف لے گئے تو آپ کے سامنے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (ناصری اسرائیلی) نے فرمایا: میرے ساتھ قیامت سے قبل (نزول) کا وعدہ کیا گیا ہے، لیکن اس کا وقت اللہ کو ہی معلوم ہے۔ پھر انھوں نے دجال کے خروج کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہو کر اسے قتل کروں گا۔ الخ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۸۱ وسندہ صحیح، تحقیقی مقالات ۱/ ۱۲۱۔ ۱۲۲)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہی آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

۴: قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ج﴾ اور اہلِ کتاب میں سے ہر ایک اس پر ضرور ایمان لائے گا اُس کی موت سے پہلے۔

(النساء: ۱۵۹)

اس آیت کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "موت عیسی" یعنی عیسیٰ (علیہ السلام) کی وفات سے پہلے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۷/ ۵۱۳ وسندہ حسن)

مشہور فقیہ و مجتہد اور امیر المومنین فی الحدیث جلیل القدر صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت سے نزولِ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر استدلال کیا۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۳۴۴۸، صحیح مسلم: ۱۵۵، ترقیم دارالسلام: ۳۹۰)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ الزخرف کی آیت: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ کی تشریح میں فرمایا: "خروج عیسی قبل یوم القیامۃ" قیامت سے پہلے عیسیٰ (علیہ السلام) کا خروج۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۷۷۸، دوسرا نسخہ: ۶۸۱۷)

اس کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے تحقیق مقالات ج۱ص۸۶)

اس آیت کی تشریح میں مشہور ثقہ تابعی اور امام: حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

" قبل موت عيسى، والله إنه الآن لحي عند الله و لكنه إذا نزل آمنوا به أجمعون " عیسیٰ کی موت سے پہلے، اللہ کی قسم! وہ اب اللہ کے پاس (آسمان پر) زندہ ہیں، لیکن جب وہ نازل ہوں گے تو (اس زمانے کے بقیہ) سارے (اہلِ کتاب) ان پر ایمان لے آئیں گے۔ (تفسیر ابن جریر الطبری ۳۵۴/۴ ح ۱۰۸۲۲، وسندہ صحیح)

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے ﴿إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ کی تشریح میں فرمایا: ﴿متوفيك من الأرض﴾ تجھے (میں) زمین سے اٹھانے والا ہوں۔

(تفسیر طبری ۲۳۴/۳ ح ۱۱۸۷، وسندہ صحیح تفسیر عبدالرزاق ۱۲۹/۱ ح ۴۰۷)

موثق عند الجمہور اور صدوق حسن الحدیث تبع تابعی مطر بن طہمان الوراق نے فرمایا:

"متوفيك من الدنيا و ليس بوفاة موت " تجھے دنیا سے اٹھانے والا ہوں اور یہ موت والی وفات نہیں۔ (تفسیر طبری ۲۳۳/۳۔۲۳۴ ح ۷۱۲۸ وسندہ صحیح)

خیر القرون میں کوئی بھی ان کا مخالف معلوم نہیں، لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم الناصری علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔

مشہور مفسر ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا:

" وأجمعت الأمة على ما تضمنه الحديث المتواتر من أن عيسى في السماء و أنه ينزل في آخر الزمان ." حدیث متواتر کے اس مضمون پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ آخری زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ (تفسیر البحر المحیط ج۲ ص۴۹۷)

آخری عمر میں حق کی طرف رجوع کرنے والے ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۹ھ) نے اپنی مشہور کتاب "الابانة عن أصول الديانة" میں فرمایا: " وأجمعت الأمة على أن الله عزوجل رفع عيسى إلى السماء ." اور امت نے اس بات پر

اجماع کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔ (ص ۴۴)

یاد رہے کہ المستدرک للحاکم (۱/ ۱۱۶) وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اجماعِ اُمت شرعی دلیل و حجت ہے، بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"الأصل قرآن أو سنة فإن لم يكن فقياس عليهما.

و إذا اتصل الحديث عن رسول الله (ﷺ) و صحّ الإسناد (به) فهو سنة.

والاجماع أكبر من الخبر المنفرد.

والحديث على ظاهره.

و إذا احتمل المعاني فما أشبه منها ظاهر الأحاديث أولاها به.

و إذا تكافأت الأحاديث فأصحها إسنادًا أولاها."

☆ قرآن و سنت اصل ہیں، پھر اگر (معلوم) نہ ہو تو ان دونوں پر قیاس ہے۔

☆ جب رسول اللہ ﷺ تک حدیث متصل ہو اور سند صحیح ہو تو یہ سنت ہے۔

☆ اجماع خبرِ واحد سے بڑا ہے۔

☆ حدیث اپنے ظاہر پر رہتی ہے اور اگر کئی معنوں کا احتمال ہو تو احادیث کے ظاہر سے مشابہ ہی اولیٰ (سب سے راجح) ہے اور اگر حدیثیں برابر ہوں تو زیادہ صحیح سند والی حدیث راجح ہے۔ (آداب الشافعی و مناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۷۷۔ ۱۷۸، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۳۱۔ ۲۳۲)

اجماع کے بارے میں امام شافعی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ خبرِ واحد کی غلط تاویل ہوسکتی ہے، لیکن اجماع کی تاویل نہیں ہوسکتی، لہٰذا اجماع خبرِ واحد سے بلحاظِ صراحت بڑا ہے۔

○: دلائلِ صحیحہ متواترہ کے بعد بطورِ الزامی دلیل عرض ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا ایک اہم اصول درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے: " والقسم يدل على ان الخبر محمول على الظاهر لا تأويل فيه ولا استثناء والافايّ فائدةٍ كانت في ذكر القسم فتدبّر كالمفتشين المحققين." (حمامۃ البشریٰ ص ۱۵، روحانی خزائن ج ۷ ص ۱۹۲)

اس عبارت کا لفظی ترجمہ درج ذیل ہے:

اور قسم دلالت کرتی ہے اس پر کہ خبر ظاہر پر محمول ہے، اس میں تاویل نہیں اور نہ استثناء ہے، ورنہ قسم کے ذکر میں کیا فائدہ تھا؟ پس تفتیش کرنے والے محققین کی طرح تدبر کر۔

اس مرزائی اصول سے معلوم ہوا کہ جس پیشین گوئی میں قسم کے الفاظ موجود ہوں تو وہ اپنے ظاہری الفاظ پر ہی محمول ہوتی ہے اور اس کی تاویل واستثناء غلط ہوتا ہے۔

اس مرزائی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے دو حدیثیں پیشِ خدمت ہیں:

اول: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**والذي نفسي بيده ! ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكمًا مقسطًا فيكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية و يفيض المال حتى لا يقبله أحد.**)) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ضرور عنقریب تم میں ابن مریم حاکم، عادل بن کر نازل ہوں گے، پھر وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال کی فراوانی ہوگی حتیٰ کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری: ۲۲۲۲، صحیح مسلم: ۱۵۵، سنن ترمذی: ۲۲۳۳ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۱ص ۱۰۰۔۱۰۱)

دوم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**واللّٰه ! لينزل ابن مريم حكمًا عادلاً ...**)) اللہ کی قسم! ابن مریم ضرور عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے... (صحیح مسلم: ۱۵۵، تحقیقی مقالات ج ۱ص ۱۰۴۔۱۰۵)

۶: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے۔ دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳۱

۷: کسی ایک صحیح یا حسن لذاتہ حدیث میں یہ قطعاً موجود نہیں کہ عیسیٰ بن مریم یا مسیح موعود (آسمان سے) نازل نہیں ہوں گے، بلکہ اُمت میں پیدا ہوں گے۔!!!

اگر ایسی کوئی حدیث کسی قادیانی کے پاس موجود ہے تو پیش کرے، ورنہ کفر وارتداد سے سچی اور واضح توبہ کر کے صحیح العقیدہ مسلمان ہو جائے۔ **وما علينا إلا البلاغ**

(۲۱/اپریل ۲۰۱۲ء)

حافظ زبیر علی زئی

قادیانیوں کی مستدل مردود روایات اور ان کا رد

اس مضمون میں قادیانیوں مرزائیوں یعنی ختم نبوت کے منکرین کی مستدل ضعیف، مردود اور موضوع روایات مع ردپیشِ خدمت ہیں:

۱) "ولا مهدي إلا عيسى بن مريم"

اور عیسیٰ بن مریم کے علاوہ کوئی مہدی نہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۹)

اس روایت کی سند چار وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

اول: حسن بصری مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔

جس راوی کا مدلس ہونا بالاتفاق یا جمہور محدثین سے ثابت ہو، چاہے وہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے طبقۂ ثانیہ میں مذکور ہو یا طبقۂ اولیٰ میں، صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ ہر کتاب میں اس مدلس کی عن والی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے، جیسا کہ امام شافعی کے اصول اور محدثین کرام کی تخصیصات سے ثابت ہے اور سنن ابن ماجہ والی اس روایت میں سماع کی تصریح موجود نہیں۔

دوم: محمد بن خالد الجندی مجہول ہے اور امام یحییٰ بن معین سے باسند صحیح اس کی توثیق ثابت نہیں۔

سوم: سند میں (اضطراب والا) اختلاف بھی ہے۔

چہارم: ابان بن صالح نے حسن بصری سے نہیں سنا، لہٰذا یہ سند منقطع بھی ہے۔

اس روایت پر مزید جرح کے لئے دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۴۷/ ۵۱۶، ۵۱۸)

۲) "ولو عاش لكان صديقًا نبيًّا" اور اگر (ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ) زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۱)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

اول: اس کا بنیادی راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح ہے۔ اس کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: "منکر الحدیث"

(سنن ترمذی: ۱۰۲۶)

امام نسائی نے فرمایا: "متروك الحديث" (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۱۱)

امام شعبہ نے فرمایا: "كذب واللہ!" "اللہ کی قسم! اس نے جھوٹ بولا ہے۔"

(العلل للامام احمد: ۴۶۲، وسندہ صحیح)

قدوری حنفی نے لکھا ہے: "و لأن أبا شيبة إبراهيم بن عثمان قاضي واسط كذاب" اور کیونکہ بے شک واسط کا قاضی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کذاب ہے۔

(التجرید للقدوری ۱/۲۰۳ فقرہ: ۶۳۲)

جمہور محدثین کی جرح کے بعد یزید بن ہارون وغیرہ بعض علماء کا ابوشیبہ کی تعریف کرنا جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے، لہٰذا عبدالرحمٰن خادم قادیانی کا اپنی پاکٹ بک (ص ۲۶۹۔ ۲۷۰) میں اس راوی کا دفاع کرنا اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی رُو سے غلط ہے۔

دوم: حکم بن عتیبہ مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے، اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ حدیث حکم بن عتیبہ نے مقسم سے سنی تھی۔

عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے اس روایت کے تین شواہد پیش کئے ہیں:

پہلی روایت: " دوسری حدیث: علامہ قسطلانی نے حضرت انس بن مالک سے ایک روایت نقل کی ہے وَقَد رَوِیَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَس ابْن مَالِكَ قَالَ لَوْ بَقِی یَعْنِی اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ لَکَانَ نَبِیًّا وَ لٰکِنْ لَمْ یَبْقَ لِاَنَّ نَبِیَّکُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ. (مواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۲۰۰)

کہ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر وہ (ابراہیمؑ) باقی رہتا تو نبی ہو جاتا۔ اس کے آگے (ناقل) اپنی رائے لکھتا ہے کہ مگر وہ زندہ نہ رہا۔ کیونکہ

ہمارے نبی صلعم آخری نبی ہیں راوی کا اپنا اجتہاد حجت نہیں اور وہ کس قدر غلط ہے۔اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں گویا..." (پاکٹ بک ص ۱۷۲)

اس عبارت میں خادم قادیانی نے جھوٹ بولے ہیں:

☆ خادم قادیانی کا یہ کہنا کہ "آنحضرت صلعم نے فرمایا" بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ اس روایت میں "قال رسول اللہ ﷺ" کے الفاظ نہیں۔

دیکھئے المواہب اللدنیہ للقسطلانی (طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱/ ۳۹۹، شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی طبع ایضاً ج ۴ ص ۳۵۳)

بلکہ زرقانی نے لکھا ہے: "موقوفاً علیه" یہ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر موقوف (یعنی ان کا قول) ہے۔

اس موقوف روایت کو صراحت کے ساتھ مرفوع بنا دینا خادم قادیانی کا کذب وافتراء ہے۔

☆ خادم قادیانی کا یہ کہنا: "اس کے آگے (ناقل) اپنی رائے لکھتا ہے" بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ یہ ناقل کی رائے نہیں بلکہ مذکورہ قول بیان کرنے والے صحابی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جیسا کہ المواہب اور اس کی شرح میں لکھا ہوا ہے۔

مواہب والے نے یہ قول حافظ ابو عمر (ابن عبدالبر رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے اور ابن عبدالبر کی کتاب: الاستیعاب فی اسماء الاصحاب میں پوری سند کے ساتھ یہ قول اسی طرح مکمل مذکور ہے۔ (طبع دار الفکر لبنان ۱/ ۴۴، ترجمہ ابراہیم ابن النبی ﷺ)

یاد رہے کہ قائل اپنے قول کو اور راویٔ حدیث اپنی روایت کو دوسروں کی بہ نسبت بخوبی جانتا ہے۔

تنبیہ: ابن عبدالبر، قسطلانی اور زرقانی والی روایت کے ایک بنیادی راوی ابو یوسف یعقوب بن المبارک کی توثیق کہیں نہیں ملی اور جسے مل جائے تو مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک کے پتے پر روانہ کرے تاکہ قادیانیوں کے خلاف دلائل متواترہ میں ایک اور روایت کا

اضافہ ہو جائے۔

بعد میں تاریخ دمشق لابن عساکر (۳/۱۳۴۔۱۳۵) میں اسی متن کے ساتھ دوسری سند مل گئی، جس میں یعقوب بن المبارک موجود نہیں۔ واللہ اعلم

ابن عساکر والی روایت میں بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا قول "لأن نبیکم آخر الأنبیاء" موجود ہے، لہٰذا یہ موقوف اثر قادیانیوں کی دلیل نہیں بلکہ مسلمانوں کی دلیل ہے۔ والحمدللہ

دوسری روایت: "وَرَوَی الْبَیْهَقِیُّ بِسَنَدِهٖ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ لَهٗ مُرْضِعاً فِی الْجَنَّةِ تُتِمُّ رَضَاعَهٗ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا." (قادیانی پاکٹ بک ص ۲۷۲ بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں محمد بن یونس الکدیمی کی سند سے موجود ہے:

دلائل النبوۃ للبیہقی (۷/۲۸۹، دوسرا ۷/۲۲۹ ح ۳۳۴۴)

تاریخ دمشق لابن عساکر (۳/۱۴۴)

محمد بن یونس الکدیمی البصری کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا:

"وکان یضع علی الثقات ،الحدیث وضعًا ولعله قدوضع أکثر من ألف حدیث" وہ حدیث گھڑ کر ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرتا تھا اور شاید اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں۔ (کتاب المجروحین ۲/۳۱۳، دوسرا نسخہ ۲/۳۳۲)

ابن عدی نے اس کی گواہی دی کہ کدیمی حدیثیں وضع کرتا تھا۔

(دیکھئے الکامل لابن عدی ۶/۲۲۹۶ دوسرا نسخہ ۷/۵۵۵)

دارقطنی اور جمہور نے اس پر شدید جرح کی اور جمہور کی اس جرح کے مقابلے میں اسماعیل الخطبی اور بعض الناس کی توثیق مردود ہے۔

کدیمی کے بارے میں قاسم المطرز رحمہ اللہ نے فرمایا: **"أنا أجاثیه بین یدي الله تبارك و تعالیٰ یوم القیامة و أقول: إن هذا کان یکذب علی رسولك و علی العلماء"** میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر (بطورِ گواہی) کہوں گا:

بے شک یہ شخص (کدیمی) تیرے رسول اور علماء پر جھوٹ بولتا تھا۔

(سوالات السہمی: ۴۰۷ وسندہ صحیح)

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے سامنے جب محمد بن یونس الکدیمی کی بیان کردہ بعض حدیثیں پیش کی گئیں تو انھوں نے فرمایا: "لیس هذا حديث أهل الصدق"

یہ سچے لوگوں کی حدیثیں نہیں ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۱۲۲/۸)

تیسری روایت: "وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَرْفُوْعًا لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ نَبِيًّا."

(پاکٹ بک ص ۲۷۶ بحوالہ ابن عساکر اور الفتاوی الحدیثیہ)

تاریخ دمشق لابن عساکر (۳/ ۱۳۸۔۱۳۹) کی اس روایت میں ابو حمزہ الثمالی ثابت بن ابی صفیہ جمہور کے نزدیک مجروح راوی ہے اور حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:

"ضعيف رافضي" (تقریب التہذیب: ۸۱۸)

الحسن بن ابی عبداللہ الفراء کے حالات مطلوب ہیں اور حافظ احمد بن محمد بن سعید الکوفی یعنی ابن عقدہ رافضی چور ساقط العدالت ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۱/ ۴۷۷۔۴۷۹)

عبید بن ابراہیم النخعی کے حالات بھی مطلوب ہیں۔

ثابت ہوا کہ لکان نبیًا والی روایت اپنے تمام شواہد کے ساتھ سخت ضعیف، مردود اور موضوع ہے۔

۴) امام ابن ابی شیبہ نے فرمایا: "حدثنا حسين بن محمد قال: حدثنا جرير بن حازم عن عائشة قالت: قولوا خاتم النبيين ولا تقولوا لانبي بعده."

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۹/ ۱۱۰ ح ۲۶۶۴۴)

یہ روایت سخت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ۵۷ھ میں فوت ہوئیں۔ (تقریب التہذیب: ۸۶۳۳)

اور جریر بن حازم ۱۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب: ۹۱۱)

یعنی ۱۱۴ سال بعد، اور کسی دلیل سے جریر بن حازم رحمہ اللہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دور میں پیدا ہونا بھی ثابت نہیں۔

٤) امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے فرمایا: " حدثنا أبو أسامة عن مجالد قال: أخبرنا عامر قال قال رجل عند المغيرة بن شعبة: صلى الله على محمد خاتم الأنبياء لا نبي بعده. قال المغيرة: حسبك إذا قلت خاتم الأنبياء فإنا كنا نحدث أن عيسى خارج فإن هو خرج فقد كان قبله و بعده ."

عامر (الشعبی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک آدمی نے کہا: محمد خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود ہو، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مغیرہ نے کہا: جب تو نے خاتم الانبیاء کہہ دیا تو تیرے لئے یہی کافی ہے کیونکہ ہمیں بتایا جاتا تھا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) خروج فرمائیں گے، پس جب وہ خروج فرمائیں گے تو وہ آپ سے پہلے کے نبی ہیں اور بعد والے نبی بھی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۹/۱۱۰ ح ۲۶۶۴۵)

اس روایت کا راوی مجالد بن سعید الہمدانی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔

(دیکھئے مجمع الزوائد ۹/۴۱۶، اور تحقیقی مقالات ۳/۲۰۱)

اس ضعیف و مردود روایت سے بھی قادیانیوں کا رد ہوتا ہے کیونکہ اس میں بنی اسرائیل والے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی صراحت کے ساتھ دوبارہ خروج کا تذکرہ ہے، جب کہ قادیانی یہ کہتے ہیں کہ "عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل نہیں ہوں گے بلکہ اُمت میں پیدا ہوں گے" اور پیدا ہونے والی بات کسی حدیث یا مسلمان عالم سے صراحتاً ثابت نہیں۔

٥) "لو كان موسىٰ و عيسىٰ حيين لما وسعهما إلا اتباعي" (قادیانی پاکٹ بک ص ۲۰۰ بحوالہ تفسیر ابن کثیر، الیواقیت والجواہر، شرح المواہب اللدنیہ، فتح البیان اور طبرانی کبیر)

طبرانی کی المعجم الکبیر میں یہ روایت یقیناً موجود نہیں، لہٰذا عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے طبرانی کبیر پر جھوٹ بولا ہے اور باقی تمام مذکورہ وغیر مذکورہ کتابوں میں یہ روایت بغیر کسی سند کے مذکور ہے اور بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔

اگر کسی قادیانی کو حدیث کی کسی مستند کتاب میں اس روایت کی کوئی متصل اور صحیح سند مل جائے تو مکتبۃ الحدیث حضرو (اٹک) کے عنوان پر اطلاع روانہ کرے، ورنہ جان لے کہ جس طرح ختم نبوت کا انکار کرنا انسان کے دوزخی بننے کے لئے کافی ہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنا بھی موجب عذاب النار ہے۔

البحر المحیط، مدارج السالکین، بشارات احمدیہ، براہین احمدیہ اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کتابوں میں بھی اس روایت کی کوئی سند موجود نہیں۔

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ **"لو کان موسی حیًّا ما وسعه إلا أن یتبعني"** اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع کے بغیر کوئی چارا نہ تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۳۱۲ ح ۲۶۴۲۱ شاملہ، واللفظ لہ، مسند احمد موسوعہ حدیثیہ ۲۲/۴۶۸ ح ۱۴۶۳۱، مسند ابی یعلیٰ: ۲۱۳۵، سنن دارمی: ۴۴۹)

یہ روایت مجالد بن سعید (ضعیف عند الجمہور) کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کا کوئی شاہد بھی صحیح یا حسن نہیں۔ اس روایت کے ضعیف و مردود شواہد کے لئے دیکھئے ارواء الغلیل للالبانی (۱۵۸۹، وقال: "حسن"!!)

ان شواہد کے الفاظ میں بھی بہت بڑا فرق ہے۔

۶) "و أخبرني أنه أخبره: أنه لم یکن نبي إلا عاش نصف عمر الذي قبله و أنه أخبرني أن عیسی ابن مریم عاش عشرین و مائة سنة و لا أراني إلا ذاهبًا علی رأس الستین." اور (رسول اللہ ﷺ نے) مجھے حدیث سنائی، بے شک آپ کو (جبریل علیہ السلام نے) حدیث بیان کی: ہر نبی کے بعد جو دوسرا نبی آیا تو اس کی عمر پہلے نبی کی عمر کی آدھی تھی اور بے شک اس (جبریل علیہ السلام) نے مجھے حدیث بیان کی کہ بے شک عیسیٰ ابن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ میں ساٹھ ہجری کے شروع والے حصے میں (دنیا سے) جانے والا ہوں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۴۱۷ ح ۱۰۳۱)

یہ روایت محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان الدیباج عن أمه فاطمة

بنت الحسين بن علي بن أبي طالب کی سند سے مروی ہے۔ محمد بن عبداللہ الدیباج سے راویوں کا اختلاف درج ذیل ہے:

☆ نافع بن یزید عن عمارة بن غزیة عن محمد بن عبد الله الدیباج عن فاطمة بنت الحسين أن عائشة زوج النبي ﷺ كانت تقول :إلخ

نافع بن یزید سے اسے سعید بن الحکم بن ابی مریم المصری نے بیان کیا اور سعید سے درج ذیل راویوں نے بیان کیا:

۱: عمر بن الخطاب (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۲۹۷۰)

۲: یوسف بن یزید (شرح مشکل الآثار: ۱۳۶، ۱۹۳۷)

۳: یحییٰ بن ایوب العلاف المصری وعنہ الطبرانی فی المعجم الکبیر (۲۲/ ۴۱۷ ح ۱۰۳۱)

یحییٰ بن ایوب العلاف کی روایت میں اختلاف ہے۔ امام طبرانی نے ان سے اسی طرح روایت بیان کی لیکن ابوالحسن علی بن محمد المصری نے اسی سند سے "أن أمه فاطمة بنت الحسين حدثته أن عائشة حدثتها أنها كانت تقول "إلخ کے متن سے بیان کی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ۷/ ۱۶۶۔۱۶۷ ح ۳۱۵۶ مجلسان من امالی ابی الحسین بن بشران ۱/ ۲۱۲ ح ۳)

یہ روایت ثقہ راویوں کی روایات اور نافع بن یزید کی کتاب سے نہیں ملتی، لہٰذا تصریح سماع والی روایت مرجوح ہے۔

۴: ابو خالد یزید بن سنان (الذریۃ الطاہرۃ للدولابی والدولابی فی نفسہ ضعیف: ۱۹۴)

۵: یعقوب بن سفیان الفارسی (تاریخ دمشق ۴۷/ ۴۸۱)

۶: محمد بن مسلم بن وارہ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۷/ ۴۸۱، نیز دیکھئے الکفایہ ۱/ ۳۳۱)

یہ نافع بن یزید کی کتاب سے روایت ہے۔

۷: محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم البرقی (التمہید لابن عبدالبر ۱۴/ ۲۰۰۔۲۰۱)

☆ عبد الله بن لهيعة عن عمارة بن غزية عن محمد بن عبد الله الدیباج عن فاطمة بنت الحسين عن فاطمة بنت رسول الله ﷺ إلخ

(العلل للدارقطنی ۱۵/ ۱۷۵-۱۷۶، تفسیر طبری ۶/ ۳۹۸ ح ۷۰۳۲)

یہ سند منقطع ہے۔ فاطمہ بنت الحسین کی پیدائش سے پہلے سیدہ فاطمۃ الزہراء وفات پا گئی تھیں۔ رضی اللہ عنہا

☆ عبد الرحمن بن أبي الرجال الأنصاري عن محمد بن عبد الله الديباج عن أمه فاطمة بنت الحسين عن أمها (أي جدتها) فاطمة رضي الله عنها۔ إلخ (العلل للدارقطنی ۱۵/ ۱۷۵، سوال ۳۹۳۳)

یہ سند بھی منقطع ہے۔

☆ امام ابن شاہین البغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا: " حدثنا عبد الله بن محمد البغوي: ثنا سريج بن يونس: ثنا يوسف بن يعقوب الماجشوني عن محمد ابن عبد الله بن عمرو بن عثمان أن فاطمة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ ... " إلخ (فضائل فاطمہ لابن شاہین: ۹)

اس روایت کی سند محمد بن عبداللہ الدیباج تک صحیح ہے لیکن ان کے بعد سخت منقطع ہے۔

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ اس روایت میں دیباج کی والدہ فاطمہ بنت الحسین کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کی صراحت ثابت نہیں، لہذا شبہ انقطاع ہے۔

ہمارے علم کے مطابق کسی قدیم محدث نے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا، بلکہ حافظ ہیثمی نے (متساہل ہونے کے باوجود) اسے ضعیف کہا۔

(مجمع الزوائد ۹/ ۳۳ قال: رواہ الطبرانی باسناد ضعیف)

تنبیہ: محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان الدیباج پر بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابو احمد الحاکم اور حافظ ذہبی نے جرح کی ہے۔ (دیکھئے مقالات الحدیث ص ۳۳۰)

ابن الجارود اور ابن حبان سے بھی جرح نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن ان کے مقابلے میں ابن حبان (الثقات ۷/ ۴۱۷ وصحیح ابن حبان) ابن خزیمہ (۲۶۳۰) حاکم

(۱۶۵۴، ۵۲۶۰) عجلی، دار قطنی (سنن الدارقطنی ۱/۲۶۲ ح ۵۱۷) ضیاء المقدسی (المختارہ ۴/ ۲۷۵ ح ۱۴۷۰) اور ذہبی نے توثیق کی ہے، لہٰذا یہ راوی قول راجح میں صدوق حسن الحدیث ہیں اور ان کی بیان کردہ یہ مضطرب حدیث وہم، شاذ اور مردود ہے۔

اس ضعیف روایت کے معنوی شواہد درج ذیل ہیں:

۱: **عن زيد بن ارقم رضي الله عنه بلفظ: مابعث الله نبيًا إلا عاش نصف عمر الذي قبله.** (کشف الاستار: ۲۳۴۱، التاریخ الکبیر للبخاری ۷/ ۲۲۴۔۲۲۵، الکامل لابن عدی ۶/ ۲۱۰۲، حلیۃ الاولیاء ۵/ ۶۸ وعنہ الدیلمی ۴/ ۲۸ کما بلغنی، مشکل الآثار للطحاوی ۵/ ۲۰۰ ح ۱۹۳۸)

نیز دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ للالبانی (۹/ ۴۲۴ ح ۴۴۳۴) کنز العمال (۱۱/ ۴۷۸ ح ۳۲۲۵۹) اور مقالات الحدیث (ص ۳۳۵۔۳۳۶)

اس روایت کی سند عبید بن اسحاق العطار (متروک راوی) کی وجہ سے سخت ضعیف و مردود ہے۔

۲: **عبد الكريم بن يعقوب (!) عن جابر عن أبي الطفيل عن عائشة عن فاطمة.** (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/ ۴۱۷۔۴۱۸ ح ۱۰۳۰)

اس کی سند میں جابر الجعفی سخت مجروح اور ضعیف رافضی ہے۔

(نیز دیکھئے مقالات الحدیث ص ۳۳۲)

۳: **ابن لهيعة عن جعفر بن ربيعة عن عبد الله بن عبد الله بن الأسود عن عروة عن عائشة.** (کشف الاستار: ۸۴۲۶، التمہید ۱۴/ ۱۹۹۔۲۰۰، الذریۃ الطاہرہ للدولابی: ۱۷۸)

اس سند میں ابن الاسود کی توثیق نامعلوم اور ابن لہیعہ اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہیں۔

نیز دیکھئے مقالات الحدیث (ص ۳۳۴۔۳۳۵)

۴: **عن أبي معشر نجيح بن عبد الرحمن عن يزيد بن زياد.**

(طبقات ابن سعد ۲/ ۱۹۵، تاریخ دمشق ۴۷/ ۴۸۲)

اس سند میں ابو معشر ضعیف اور سند منقطع ہے۔

۵:    عن ابن مسعود رضي الله عنه .

یہ بے سند ہے۔ دیکھئے مقالات الحدیث (ص ۳۴۷)

۶:    عن ام حبيبة رضي الله عنها ۴۰ سال

یہ روایت بے سند ہے۔

۷:    مرسل یحییٰ بن جعدہ رحمہ اللہ   (طبقات ابن سعد ۲/ ۳۰۸ وسندہ صحیح الیہ)

یہ سند مرسل ہے۔

۸:    مرسل ابراہیم النخعی رحمہ اللہ   (طبقات ابن سعد ۲/ ۳۰۸۔ ۳۰۹ وغیرہ)

یہ مرسل ہے اور سند میں سفیان ثوری اور اعمش دونوں مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

۹:    يحيى بن جعدة عن فاطمة رضي الله عنها.

(دیکھئے کتاب العلل للدارقطنی ۱۵/ ۱۷۳ مسئلہ ۳۹۳۱)

یہ سند منقطع ہے۔

۱۰:    اثر ابراہیم النخعی (تاریخ دمشق ۴۷/ ۴۸۳)

اس کی سند میں اعمش مدلس ہیں اور سند عن سے ہے۔

۱۱:    اثر سعید بن جبیر رحمہ اللہ   (الفتن للامام الصدوق نعیم بن حماد ۲/ ۲۰۳ ح ۱۹۸۷)

یہ اثر مرسل حکماً ہے۔

خلاصہ یہ کہ "یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے اور اس کا متن بھی باطل ہے" جیسا کہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے ایک شاگرد خبیب احمد (فیصل آبادی) صاحب نے بھی لکھا ہے۔ (دیکھئے مقالات الحدیث ص ۳۴۹، اور ماہنامہ الحدیث حضرو شمارہ: ۴۴)

جو لوگ ضعیف + ضعیف روایات اکٹھی کر کے ضعیف روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں، ان کے لئے یہ روایت بڑی "پھکی" ہے اور حق یہی ہے کہ روایات ضعیفہ کو جمع تفریق کر کے حسن لغیرہ و قابلِ حجت قرار دینا غلط و مردود ہے۔

۷) "لو لم أبعث فيكم لبعث عمر بن الخطاب"

اگر میں تمھارے درمیان (نبی کی حیثیت سے) مبعوث نہ ہوتا تو عمر بن خطاب مبعوث ہوتے۔ (فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل ۱/ ۴۲۸ ح ۶۷۶)

اس کی سند میں محمد بن عبید الکوفی مجروح ہے: "له مناكير" اس کی منکر روایتیں ہیں۔ (دیکھئے لسان المیزان ۵/ ۲۷۶، دوسرا نسخہ ۶/ ۳۳۰)

اور "رجل" مجہول ہے۔

دوسری سند: الکامل بن عدی (۳/ ۱۰۱۴، دوسرا نسخہ ۴/ ۸)

اس میں رشدین بن سعد ضعیف عند الجمہور، ابن لهيعہ مدلس اور محمد بن عبداللہ بن سعید الغزی (؟) ہے، نیز یہ روایت مقلوب ہے جیسا کہ ابن عدی نے صراحت کی ہے اور مقلوب ضعیف کی قسم ہے۔

تیسری سند: عن بلال رضي الله عنه ، الکامل (۳/ ۱۰۷۱، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۷۵)

الموضوعات لابن الجوزی (۱/ ۳۲۰ ح ۵۹۴) تاریخ دمشق لابن عساکر (۴۴/ ۱۱۶)

اللآلی المصنوعۃ للسیوطی (۱/ ۳۰۲)

اس روایت کی سند میں زکریا بن یحییٰ الوقار کذاب اور ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم الغسانی ضعیف ہے، نیز ابن عدی نے اسے غیر محفوظ اور مقلوب قرار دیا ہے۔

چوتھی سند: الکامل لابن عدی (۴/ ۱۵۱۱، دوسرا نسخہ ۵/ ۳۲۴)

اس سند میں تین وجۂ ضعف ہیں:

ابوقتادہ عبداللہ بن واقد الحرانی متروک مدلس تھا۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۳۰۹۰)

مصعب بن سعد ابوخیثمہ المصیصی ضعیف عند الجمہور و مدلس تھا، بلکہ ابن عدی نے فرمایا: "يحدث عن الثقات بالمناكير و يصحف"

یعنی وہ ثقہ راویوں سے منکر روایتیں بیان کرتا تھا اور تصحیف (روایتیں پڑھنے میں غلطی) کرتا تھا۔ (نیز دیکھئے میری کتاب: الفتح المبین ص ۶۳۔۶۴)

عمر بن الحسن بن نصر الحلبی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔

پانچویں سند: حدیث ابی بکر وابی ہریرہ رضی اللہ عنہما (مسند الفردوس للدیلمی ۳/ ۲۱۷ ح ۵۱۶۷ ۔ ابن الجوزی فی الموضوعات ۱/ ۳۲۰ ح ۵۹۵، تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۴/ ۱۱۴، وقال: "غریب" اللآلی المصنوعۃ ۱/ ۳۰۲)

اس کی سند میں اسحاق بن نجیح الملطی کذاب ہے اور دوسری علتیں بھی ہیں۔

ایک اور سند میں بھی عبداللہ بن واقد الحرانی متروک ہے۔

دیکھئے اللآلی المصنوعۃ (۱/ ۳۰۲) والفوائد المجموعۃ (للمجرح علی کلام السیوطی ص ۳۲۷)

عراقی نے تخریج الاحیاء میں فرمایا: "وهو منكر" (۳/ ۱۶۱)

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔ نیز دیکھئے طبقات الشافعیہ للسبکی (۳/ ۵۰۹) اور موسوعۃ الاحادیث والآثار الضعیفۃ و الموضوعۃ (۸/ ۳۶۸۔ ۳۶۹ ح ۲۱۰۷۶، ۲۱۰۷۷)

۸) " اوحی اللّٰہ تعالٰی اِلٰی عیسٰی انتقل من مکان اِلٰی مکان لئلا تعرف فتؤذی. (کنز العمال جلد ۲ ص ۳۴)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ! تُو ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جا۔ تا ایسا نہ ہو کہ تُو پہچانا جائے اور تجھے تکلیف دی جائے۔"

(قادیانی پاکٹ بک ص ۲۰۳۔ ۲۰۴)

اس روایت کے بعد صاحب کنز العمال نے لکھا ہے:

"کر عن أبي هريرة و فيه هانئ بن المتوكل الاسكندراني ، قال في المغني: مجهول" اسے ابن عساکر نے (تاریخ دمشق میں) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا اور اس سند میں ہانی بن متوکل اورالاسکندرانی ہے، اس کے بارے میں (ذہبی نے) المغنی میں فرمایا: مجہول ہے۔ (ج ۳ ص ۱۵۸ ح ۵۹۵۵)

نیز دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۶/ ۱۸۸۔ ۱۸۹) تاریخ بغداد للخطیب (۴/ ۵۳۳ ت ۱۱۳۴)

عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے صاحبِ کتاب کی اس جرح کو چھپا کر ان لوگوں کی یاد تازہ کردی، جنھیں بندر اور خنزیر بنادیا گیا تھا۔

ہانی بن المتوکل کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: " **فکثر المناکیر في روایته فلا یجوز الاحتجاج به بحال .** " پس اس کی روایتوں میں منکر روایتوں کی کثرت ہوگئی لہٰذا کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (المجروحین ۳/۹۷)

حافظ ذہبی نے اسے المغنی فی الضعفاء میں ذکر کیا (۲/ ۷۰۷ ت ۶۷۲۵) اور ابن حبان کی جرح کی طرف اشارہ کیا۔

اس روایت کی باقی سند بھی مشکوک ومردود ہے۔

۹) "ما حدثتکم عن الله سُبحٰنه، فهو حقٌّ و ما قلتُ فیه من قبل نفسي فانما انا بشر اخطئ و اصیب (نبراس شرح الشرح العقائد نسفی ص ۳۹۲) کہ جو بات میں اللہ تعالیٰ کی وحی سے کہوں تو وہ درست ہوتی ہے (یعنی اس میں غلطی کا امکان نہیں) لیکن جو بات میں اس وحی الٰہی کے ترجمہ وتشریح کے طور پر اپنی طرف سے کہوں تو یاد رکھو کہ میں بھی انسان ہوں، میں اپنے خیال میں غلطی بھی کرسکتا ہوں۔" (قادیانی پاکٹ بک ص ۱۸۷)

یہ بالکل بے سند اور بے اصل روایت ہے، ہمارے علم کے مطابق حدیث کی کسی مُسنَد کتاب میں اس کی کوئی سند مذکور نہیں اور ایسی روایت موضوع (من گھڑت) ہوتی ہے۔

نیز اس روایت کا قادیانی ترجمہ وتشریح بھی باطل ہے۔

۱۰) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر افضل هذه الامة الا ان یکون نبي (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص ۴) کہ ابوبکرؓ اس اُمت میں سب سے افضل ہے سوائے اس کے کہ اُمت میں سے کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر نبی ہو تو حضرت ابوبکرؓ اس سے افضل نہیں لہٰذا امکانِ نبوت فی خیر الامت ثابت ہے۔ (نیز دیکھو جامع الصغیر السیوطی مصری حاشیہ ص ۶)" (قادیانی پاکٹ بک ص ۲۷۲)

کنوز الحقائق میں یہ روایت بحوالہ فر (الفردوس للدیلمی) مذکور ہے، لیکن یہ روایت

الفردوس للدیلمی (مطبوع) میں "إلا أن یکون نبي" کے اضافے کے ساتھ نہیں ملی بلکہ صرف "و أبو بکر أفضل هذه الأمة" تک موجود ہے۔ (دیکھئے ج۱ص۴۳۷ح۱۷۷۹)

اور دیلمی والی روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ قادیانی کی پیش کردہ یہ روایت بھی بے سند یعنی موضوع ہے۔

☆ ایک روایت میں ہے: "أبو بکر خیر الناس بعدي إلا أن یکون نبي."

دیکھئے الکامل لابن عدی (۵/۱۸۷۶ ترجمۃ عکرمۃ بن عمار) اخبار اصبہان لابی نعیم (۲/۱۲۲) تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۰/۱۲) دیلمی (۱/۱/۷۷ بحوالہ الضعیفۃ للالبانی ۴/۱۷۰ ح ۱۶۷۶) المتفق والمفترق للخطیب (۲/۶۸ح ۱۸۱) الطبرانی (بحوالہ مجمع الزوائد ۹/۴۴ وقال: فیه إسماعیل بن زیاد وهو ضعیف)

یہ روایت اسماعیل بن زیاد کی وجہ سے مردود یا موضوع ہے۔ اسے شیخ البانی اور غماری دونوں نے بھی موضوع قرار دیا ہے۔ (الضعیفہ ۴/۱۷۰ح ۱۶۷۶، المغیر للغماری ص۸)

☆ ایک روایت میں آیا ہے: "أبو بکر و عمر خیرا أهل الأرض و خیر الأولین و خیر الآخرین إلا أن یکون نبي"

(المؤتلف والمختلف للدارقطنی ۲/۸۴۹، الکامل لابن عدی ۲/۱۸۰)

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی جبرون بن واقد الافریقی متہم ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۱/۳۸۷۔۳۸۸ ولسان المیزان ۲/۱۲۱ طبع دار الفکر)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ "ما طلعت الشمس و لا غربت علی أحد أفضل من أبي بکر الصدیق إلا أن یکون نبي"

دیکھئے فضائل الصحابہ لعبد اللہ بن احمد (۱/۳۵۲ح ۵۰۸) مسند عبد بن حمید (ح ۲۱۲)

اس روایت کی سند میں ابوبکر یا ابوسعید البکری نامعلوم راوی ہے، لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

ایک روایت میں ہے: "ما بالمدینة رجل إلا أن یکون نبي أفضل من عمر"

(زوائد مسند الحارث ۲/۵۹۵ح ۹۶۹)

اس میں ''رجل'' مجہول ہے اور سند بھی منقطع ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔

قادیانیوں اور دیگر منکرینِ اسلام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ضعیف، مردود، موضوع اور بے سند روایات پیش کرتے ہیں اور صحیح و ثابت روایات کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایسے تمام لوگوں کی سازشوں اور اکاذیب و افتراءات سے محفوظ رکھے۔ آمین

(۲۸/ اپریل ۲۰۱۲ء، جامعہ امام بخاری، مقام حیات سرگودھا)

حاکم نے صحیح کہا اور ذہبی نے موافقت کی

خبیب احمد صاحب نے ایک ''مقالہ'' لکھا ہے:

''صححہ الحاکم ووافقہ الذہبی کا تحقیقی جائزہ'' (مقالات اثریہ ص ۴۷۹۔ ۵۰۸)

انھوں نے اس ''مقالے'' میں لکھا ہے: ''بعض علماء کا حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے سکوت یا عدمِ موافقت پر ''صححه الحاكم ووافقه الذهبي'' کا اطلاق درست نہیں کیونکہ اس نظریے کی اساس کمزور دلیل پر مبنی ہے۔'' (ص ۵۰۸)

اس کی تردید کے لئے خبیب صاحب کے ''فاضل بھائی'' مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی درج ذیل عبارتیں ہی کافی ہیں:

''إسناده صحيح، أخرجه أبو داود... والحاكم (ج ۱ ص ۱۵۸) وصححه ووافقه الذهبي'' (تخریج و تحقیق: مسند السراج ص ۴۳ تحت ح ۳۰)

''وقال الحاكم: صحيح على شرطهما، ووافقه الذهبي'' (ایضاً ص ۸۶ تحت ح ۱۶۹)

'' لكن صححه ابن خزيمة و ابن حبان والحاكم ووافقه الذهبي''

(ایضاً ص ۸۷ تحت ح ۱۷۲)

محمد زبیر صادق آبادی

آل دیوبند کے مجروح راوی

مولانا عبدالرحمٰن شاہین حفظہ اللہ (مشہور اہل حدیث عالم) نے امام حاکم رحمہ اللہ اور ثقہ تابعی امام ابو قلابہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث سے استدلال کیا تو امین اوکاڑوی دیوبندی نے امام حاکم رحمہ اللہ کو شیعہ قرار دیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۴۸۹)
اور ابو قلابہ رحمہ اللہ کو ناصبی قرار دے کر لکھا ہے: ''آپ رفع یدین کے لئے کبھی کسی شیعہ کی چوکھٹ پر سجدہ کرتے ہیں کبھی کسی ناصبی کے پاؤں چاٹتے ہیں'' (تجلیات صفدر ۲/۴۹۳)

لیکن آل دیوبند بلکہ خود امین اوکاڑوی نے بھی ان مذکورہ دونوں ائمہ کی احادیث اپنی کتابوں میں لکھیں اور ان سے استدلال کیا، لہٰذا اوکاڑوی اصول کے مطابق امین اوکاڑوی اور دیگر آل دیوبند نے کبھی تو شیعہ کی چوکھٹ کو سجدے کئے اور کبھی ناصبی کے پاؤں چاٹے۔
ذیل میں راقم الحروف ان شاء اللہ ایسے تیس (۳۰) سے زیادہ راویوں کی نشاندہی کرے گا، جن کی بیان کردہ روایات اگر آل دیوبند کی طبیعت کے مطابق ہوں تو قبول کر لیتے ہیں اور اگر طبیعت کے خلاف ہوں تو انھی راویوں پر جرح کر کے ان کی روایات رد کر دیتے ہیں۔ مَیں بطورِ نمونہ چند راویوں کا تفصیل سے ذکر کروں گا، پھر اختصار کے پیشِ نظر جہاں آل دیوبند نے روایت قبول کی ہوگی یا تعریف کی ہوگی وہاں حوالہ لکھ دوں گا اور جہاں روایت رد کی ہوگی، وہاں ''حوالہ'' لکھ دوں گا۔ باذوق حضرات اصل حوالوں کی خود ہی مراجعت کرلیں۔

۱) محمد بن جابر یمامی: اس کی روایت سے آل دیوبند مسئلہ ترک رفع یدین میں استدلال کرتے ہیں۔ دیکھئے حدیث اور اہلحدیث (ص ۴۰۳ بحوالہ بیہقی، دارقطنی) تجلیات صفدر (۲/۳۰۶) آٹھ مسائل (ص ۴۱۔۴۲) تجلیات صفدر (۴/۱۳۶) رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۱۸۲، از جمیل احمد نذیری)

تنبیہ: جمیل احمد نذیری نے دو بڑے جرم کیے ہیں:

۱: محمد بن جابر کی روایت بحوالہ دارقطنی، بیہقی و ہیثمی نقل کی ہے لیکن تینوں علماء نے اس راوی پر جو جرح کی اسے چھپالیا ہے۔

۲: نذیری نے یہ لکھا ہے کہ ''محمد بن جابر یمامیؒ کی یہ روایت ان کے نابینا ہونے سے پہلے کی ہے۔ لہٰذا ہر قسم کے اختلاط سے محفوظ ہے''

حالانکہ نذیری کی بات بالکل بے دلیل اور کالا جھوٹ ہے۔

یاد رہے کہ محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک مجروح راوی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۵۲)

لیکن اسی راوی نے جب کہا کہ ابو حنیفہ نے اس کی کتابیں چوری کر لی تھیں تو عبدالقدوس قارن دیوبندی نے اس پر یوں جرح نقل کی: ''پھر اس روایت میں محمد بن جابر الیمامی الاعمٰی ہے جس کے بارہ میں امام احمد نے کہا کہ اس سے صرف وہی آدمی حدیث بیان کرے گا جو اس سے بھی زیادہ شریر ہوگا اور ابن معینؒ اور نسائیؒ نے اس کو ضعیف کہا۔''

(ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۲۸۱)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا ہے:

''اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں محمد بن جابر اور ایوب بن عتبہ ہیں۔ علامہ الحازمیؒ کتاب الاعتبار ص ۴۴ میں لکھتے ہیں ضعیفان عند اهل العلم بالحديث اور امام بیہقیؒ سنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۳ میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جابر متروک ہے تو ایسی ضعیف روایت سے صحیح روایت کی نسخ کا کیا معنیٰ؟'' (خزائن السنن ص ۱۷۳)

زیلعی حنفی نے بھی محمد بن جابر کو ضعیف کہا۔ (نصب الرایہ ۱/ ۶۱)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے بھی محمد بن جابر کو ضعیف کہا۔

(دیکھئے بذل المجہود ۱/ ۱۱۱، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۹۳ تحت ح ۱۸۳)

[ابو یوسف محمد ولی درویش دیوبندی نے مسِ ذَکر سے وضو ٹوٹنے والی حدیث کی وجہ

سے محمد بن جابر پر جرح کی۔ (د پیغمبر خدا ﷺ موئخ ص ۵۲، یہ کتاب پشتو میں ہے)
اور اسی کتاب میں ترکِ رفع یدین کے مسئلے میں محمد بن جابر کی ''توثیق'' نقل کی۔ (ص ۲۹۴)
یہ دوغلی پالیسی کی انتہا ہے۔]

۲) سلیمان شاذکونی:

آل دیوبند مسئلہ ترک رفع یدین میں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کے درمیان ایک مناظرے کا ذکر کرتے ہوئے سلیمان بن داود شاذکونی کی طرف منسوب ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۳۰۲، ۲/۴۲۳) درس ترمذی (۲/۴۴)

جبکہ سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرات محدثین عظامؒ کے ضابطہ پر تو مؤلف خیر الکلام مطمئن نہیں ہیں اور سلیمان شاذکونی کی لاتوں کا سہارا تلاش کرتے ہیں اور یہ بتانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے کہ وہ کون ہے؟ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فیہ نظر ابن معینؒ نے اس کو حدیث میں جھوٹا کہا۔ ابو حاتمؒ اس کو متروک الحدیث اور نسائیؒ لیس بثقہ کہتے ہیں اور صالح جزرہؒ فرماتے ہیں کان یکذب فی الحدیث کہ حدیث میں جھوٹ کہتا تھا اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ شراب پیتا اور بیہودہ حرکتوں میں آلودہ تھا اور نیز فرمایا کہ درب دمیک میں شاذکونی سے بڑا جھوٹا اور کوئی داخل نہیں ہوا بغویؒ فرماتے ہیں کہ رماہ الائمۃ بالکذب آئمہ حدیث نے اس کو جھوٹ سے متہم کیا ہے اور امام یحییٰؒ بن معینؒ فرماتے ہیں کان یضع الحدیث کہ وہ جعلی روایتیں بنایا کرتا تھا۔ امام ابو احمد الحاکمؒ اس کو متروک الحدیث اور امام ابن مہدیؒ اس کو خائب اور نامراد کہتے تھے۔ امام عبدالرزاقؒ نے اس کو عدو اللہ کذاب اور خبیث کہا اور صالح جزرہؒ کہتے ہیں کہ آناً فاناً سندیں گھڑ لیتا تھا اور صالحؒ بن محمدؒ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ کذاب اور لونڈے بازی سے متہم تھا۔ (محصلہ لسان المیزان جلد ۳ ص ۸۴ تا ۸۷)'' (احسن الکلام ۱/۲۰۴، دوسرا نسخہ ۱/۲۵۴)

۳) محمد بن سائب کلبی اور محمد بن مروان السدی: سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے لکھا ہے: ''کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر ہے۔ امام ابن معینؒ فرماتے ہیں

کہ وہ لیس بشیٔ ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں امام یحییٰؒ اور ابن مہدیؒ نے اس کی روایت بالکل ترک کردی تھی ابو جزءؒ اور یزید بن زریعؒ فرماتے ہیں کہ کلبی کافر ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل غلطی سے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؓ پر وحی نازل کر گئے تھے (معاذ اللہ) امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں۔ امام علیؒ بن الجنیدؒ، ابو احمد الحاکمؒ اور دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط الاعتبار ہے، ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس کی روایات میں جھوٹ بالکل ظاہر ہے، ساجیؒ کہتے ہیں کہ متروک الحدیث نہایت کمزور اور غالی شیعہ ہے، امام ابو عبداللہ الحاکمؒ فرماتے ہیں کہ ابو صالح سے اس نے جھوٹی روائتیں بیان کی ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ تمام ثقہ اہل نقل اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۱۷۸ تا ۱۸۱) **امام احمد فرماتے ہیں کہ کلبی کی تفسیر اول سے آخر تک سب جھوٹ ہے، اس کا پڑھنا جائز نہیں** (تذکرۃ الموضوعات ص۸۲)'' (تنقید متین ص ۱۶۷۔۱۶۸، نیز دیکھئے ازالۃ الریب ص ۳۱۴)

[تنبیہ: کلبی کی طرف منسوب تفسیر (تنویر المقباس) کلبی تک بھی باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں بلکہ نیچے والی سند میں کئی راوی مجروح یا مجہول ہیں۔ مثلاً: محمد بن مروان السدی کذاب، عمار بن عبدالمجید الہروی، ابو عبید اللہ محمود بن محمد الرازی، ابو عبداللہ، المأمور الہروی، عبداللہ بن المأمور۔ (دیکھئے تنویر المقباس ص۲)]

محمد بن مروان سدی:

سرفراز صفدر دیوبندی نے سُدی کی روایت پیش کرنے والے ایک بریلوی کے خلاف لکھا ہے: ''آپ نے خازن کے حوالے سے سدی کذاب کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی علمی رسوائی کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ داغ ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔''

(اتمام البرہان ص ۴۵۸، مزید جرح کے لئے دیکھئے تفریح الخواطر ص ۷۷، ازالۃ الریب ص ۳۱۶)

لیکن ترک رفع یدین کے مسئلہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب تفسیر ابن

عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے جس کی سند میں یہ دونوں یعنی کلبی اور محمد بن مروان سدی موجود ہیں، امین اوکاڑوی دیوبندی نے استدلال کیا۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۳۵۰/۲)

عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی نے بھی استدلال کیا۔

دیکھئے شادی کی پہلی دس راتیں (ص ۸)

آل دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے بھی استدلال کیا۔

دیکھئے نماز مدلل (ص ۱۲۸)

آل دیوبند کے ''مفتی'' احمد ممتاز نے بھی استدلال کیا۔ (دیکھئے آٹھ مسائل ص ۱۸)

امجد سعید دیوبندی نے بھی استدلال کیا۔ (دیکھئے سیف حنفی ص ۵۷)

الیاس گھمن دیوبندی نے بھی استدلال کیا۔ (گھمن کی نماز اہل السنۃ والجماعۃ ص ۶۷)

یہ من گھڑت تفسیر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس کا اعتراف احمد رضا بریلوی اور تقی عثمانی دیوبندی نے بھی کیا ہے۔ دیکھئے فتاویٰ رضویہ (۲۹/ ۳۹۶) فتاویٰ عثمانی (۱/ ۲۱۵) اور ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ: ۸۹ ص ۱۰ تا ۱۱)

[تنبیہ: تنویر المقباس نامی جعلی تفسیر محمد بن مروان السدی سے بھی باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں بلکہ اس سے نیچے والی سند میں مجروح و مجہول راوی ہیں۔]

۴) محمد بن حمید الرازی:

مسئلہ تراویح کے متعلق سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت کا راوی ہے۔

۱: انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ تراویح میں اس کی روایت سے استدلال کیا۔

دیکھئے حدیث اور اہلحدیث (ص ۶۳۵) بحوالہ تاریخ جرجان (ص ۲۷۵)

۲: امین اوکاڑوی نے بھی اس مسئلہ میں استدلال کیا۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۳/ ۲۵۷ سطر ۷)

۳: الیاس گھمن دیوبندی نے بھی اسی مسئلہ میں اس کی روایت سے استدلال کیا۔

دیکھئے ''قافلہ حق'' (جلد نمبر ۴ شمارہ ۳ ص ۶۲ سطر نمبر ۱۰)

امین اوکاڑوی نے مسئلہ طلاق میں بھی اس کی روایت سے استدلال کیا۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۴/۶۰۱ سطر ۸)

نیز مسئلہ طلاق میں ہی اسماعیل جھنگوی نے تحفہ اہل حدیث (ص ۹۰۔۸۹) میں اور سرفراز صفدر نے عمدۃ الاثاث (ص ۶۹) میں اس کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

لیکن اسی راوی کی روایت اپنے خلاف ہونے کی صورت میں امین اوکاڑوی نے اس پر شدید جرح کی۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۳/۲۲۴، ۷/۴۹۳)

آل دیوبند کے "مفتی" جمیل نذیری نے بھی شدید جرح کی۔ دیکھئے رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۳۰۱)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو (۶۷ ص ۳۴۔۳۵)

سرفراز صفدر نے بھی اسے کذاب تسلیم کیا۔ (تسکین الصدور ص ۳۵۸)

۵) جبارہ بن مغلس:

امین اوکاڑوی نے رفع یدین کو بدعت ثابت کرنے کے لئے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت بحوالہ ابن عدی نقل کی ہے۔ (دیکھئے تجلیات صفدر ۲/۳۷۲ سطر ۲۰)

انوار خورشید نے حدیث اور اہلحدیث (ص ۵۸۸) میں بھی اس کی روایت اپنی تائید میں نقل کی ہے، لیکن دوسری طرف سرفراز صفدر کی جرح کے لئے دیکھئے احسن الکلام (۲/ ۵۷، دوسرا نسخہ ۲/۶۳)

۶) یزید بن ابی زیاد: آل دیوبند مسئلہ ترک رفع یدین میں اس کی روایت سے اس استدلال کرتے ہیں۔ دیکھئے حدیث اور اہلحدیث (۳/۳۹۷)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں، نیز دیگر بھی بہت سے دیوبندیوں نے اس کی روایت اپنی کتابوں میں بطور دلیل پیش کی ہے۔ مثلاً تقی عثمانی نے درس ترمذی (۲/۳۱) فیض احمد ملتانی نے نماز مدلل (ص ۱۳۰۔۱۳۱ حوالہ ۲۹۷) جمیل احمد نذیری نے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۱۸۳) اور عبدالحمید سواتی نے نماز مسنون (ص ۳۴۷) میں اس کی روایت سے استدلال کیا ہے، لیکن اشرف علی تھانوی نے

یزید بن ابی زیاد پر جرح کی ہے۔ (دیکھئے نشر الطیب...ص ۲۴۴)

''نماز پیغمبر ﷺ'' کے مصنف الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے:

''زیلعی فرماتے ہیں اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔'' (ص ۸۵)

کیونکہ روایت جرابوں پر مسح سے متعلق تھی جو دیوبندی مسلک کے خلاف تھی۔

امین اوکاڑوی نے بھی یزید بن ابی زیاد کی روایت کو رد کرنے کے لئے لکھا ہے:

''طبرانی کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اس نے وھماً یہاں جوربین کا لفظ ذکر کیا ہے''

(تجلیات صفدر ۲/۱۸۶)

الیاس گھمن کے چہیتے عبداللہ معتصم نے یزید بن ابی زیاد کی روایت کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ حدیث بھی بطور حجت پیش نہیں کی جا سکی اس لئے کہ امام زیلعی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(نصب الرایہ للزیلعی ج ۱ ص ۱۸۶۔۱۸۵)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یزید ضعیف تھا۔ آخری عمر میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا (تقریب ج ۲ ص ۳۶۵)'' (قافلہ...جلد ۶ شمارہ ۱ ص ۲۵)

عینی حنفی نے لکھا ہے: ''قلت :یزید بن أبي زیاد ضعیف'' میں نے کہا: یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ۴/۳۷۷)

[علی بن محمد حقانی سندھی دیوبندی نے جرابوں پر مسح کے سلسلے میں یزید بن ابی زیاد کو ضعیف کہا۔ (نبوی نماز مدلل سندھی ص ۱۶۹، یہ کتاب سندھی زبان میں ہے)

اور اسی کتاب میں ترکِ رفع یدین کی بحث میں اسی یزید بن ابی زیاد کو ثقہ اور سچا قرار دیا۔ (ص ۳۵۵)

دوغلی پالیسی اور دورُخی کی یہ انتہا ہے۔]

۷) عمر بن ہارون:

۱: انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ تراویح میں اس کی روایت سے استدلال کیا۔

(حدیث اور اہلحدیث ص ۶۳۵ بحوالہ تاریخ جرجان ص ۲۷۵)

۲: اوکاڑوی نے بھی اس مسئلہ میں اس کی روایت سے استدلال کیا۔

(تجلیات صفدر ۳/ ۲۵۷ سطر ۷)

۳: الیاس گھمن دیوبندی نے بھی اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔

(قافلہ... جلد ۴ شمارہ ۳ ص ۶۲ سطر ۱۰)

لیکن دوسری طرف چونکہ اس کی روایت مخالف تھی تو امین اوکاڑوی نے اس روایت کو انتہائی ضعیف قرار دیا اور یوں جرح نقل کی: ''علامہ ذہبی اس حدیث کے راوی عمر بن ہارون کے بارے میں فرماتے ہیں اجمعوا علی ضعفہ وقال النسائی متروک (تلخیص مستدرک ج ۱ ص ۲۳۲)'' (تجلیات صفدر ۴/ ۳۳۳)

مزید جرح کے لئے دیکھئے (نصب الرایہ ۱/ ۳۵۱، ۳۵۵، ۴/ ۲۷۳)

۸) محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ: انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ ترک رفع یدین میں استدلال کیا۔ (حدیث اور اہلحدیث ۷/ ۳۹۷)

تقی عثانی نے ضعیف قرار دیا۔ (درس ترمذی ۲/ ۳۲)

مزید جرح کے لئے دیکھئے ادلہ کاملہ (ص ۴۲) تجلیات صفدر (۳/ ۱۴۷، ۴/ ۴۵۳)

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے بھی محمد ابن ابی لیلیٰ کو جمہور کے نزدیک ضعیف قرار دیا۔ دیکھئے فیض الباری (۳/ ۱۶۸)

امین اوکاڑوی نے بھی ضعیف کہا۔ (مجموعہ رسائل ۲/ ۱۶۴ نمبر ۳۹، تجلیات صفدر ۴/ ۲۶۰)

یاد رہے کہ کتابت کی غلطی سے لیلیٰ یعلیٰ بن گیا ہے۔

طحاوی نے بھی کہا: "مضطرب الحفظ جداً" (مشکل الآثار ۳/ ۲۲۶)

۹) ام یحییٰ: ام یحییٰ کی ایک روایت سے انوار خورشید دیوبندی نے استدلال کیا۔

(حدیث اور اہلحدیث ص ۴۷۹ عورت و مرد کی نماز میں فرق)

اوکاڑوی نے بھی اس مسئلہ میں استدلال کیا۔ (تجلیات صفدر ۳/ ۳۵۰، مجموعہ رسائل ۱/ ۳۴۲)

امجد سعید دیوبندی نے بھی اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔ (سیف حنفی ص ۲۱۴)
لیکن دوسرے مقام پر امام یحییٰ کی روایت کو رد کرنے کے لئے اوکاڑوی نے "مجہولہ" قرار دیا۔ (تجلیات صفدر ۲/ ۲۲۶، مجموعہ رسائل ۱/ ۳۴۶)
سرفراز صفدر نے بھی "مجہولہ" کہا۔ (خزائن السنن ص ۳۴۸)

۱۰) عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم:

انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ ترک قراءت خلف الامام میں استدلال کیا۔
(حدیث اور اہلحدیث ص ۳۲۸)
لیکن سرفراز صفدر نے اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق نقل کیا۔
(تفریح الخواطر ص ۳۵)
مزید جرح کے لئے دیکھئے آثار السنن (ص ۱۵۷) اور نصب الرایہ (۴/ ۱۳۰)

۱۱) عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی:

انوار خورشید دیوبندی نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت سے استدلال کیا۔ (حدیث اور اہلحدیث ص ۲۷۷)
اس پر آل دیوبند اور ان کے اکابر کی جرح کے لئے دیکھئے السعایہ (۲/ ۱۵۶) آثار السنن (ص ۷۷، دوسرا نسخہ ۹۱)، بذل المجہود (۲/ ۲۳) فتح الملہم (۲/ ۴۰) معارف السنن (۲/ ۴۴۴) درس ترمذی (۲/ ۲۴) توضیح السنن (۱/ ۵۵۶) اور ادلہ کاملہ (ص ۵۵)
انور شاہ کاشمیری نے کہا: "ان الواسطي ضعيف متفق علىٰ ضعفه" بے شک واسطی ضعیف ہے، اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (العرف الشذی ج ۱ ص ۷۶ سطر نمبر ۲۸)

۱۲) لیث بن ابی سلیم:

نماز وتر کی رفع یدین ثابت کرنے کے لئے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کا غلط ترجمہ کر کے (دیکھئے جزء رفع یدین مترجم از حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ ص ۱۰۰) آل دیوبند استدلال کرتے ہیں۔ انوار خورشید نے حدیث اور اہلحدیث (ص ۵۸۱) میں

استدلال کیا۔ سرفراز صفدر نے خزائن السنن (ص ۴۱۶) میں استدلال کیا اور روایت کو صحیح بھی کہا۔

آل دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے بھی اسی مسئلہ میں استدلال کیا اور روایت کو صحیح کہا۔ (نماز مدلل ص ۱۸۰)

لیکن جب اس کی روایت دیوبندی مسلک کے خلاف دیکھی تو سرفراز صفدر دیوبندی نے شدید جرح کر کے ضعیف ثابت کیا۔ (احسن الکلام ۱/ ۱۲۸، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۴۰)

تقی عثمانی نے درس ترمذی (۱/ ۲۳۳) میں، امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۵/ ۵۹) میں اور فقیر اللہ نے خاتمۃ الکلام (ص ۱۰۱) میں ضعیف قرار دیا۔

نیز دیکھئے نصب الرایہ (۳/ ۹۶ سطر آخری)

۱۳) کثیر بن عبداللہ بن عمرو العوفی: انوار خورشید نے ترک رفع یدین کے مسئلے میں استدلال کیا۔ (حدیث اور اہلحدیث ۱۱/ ۳۹۷)

سرفراز صفدر نے بھی استدلال کیا۔ (راہ سنت ص ۱۱۲ سطر ۱۱ تا ۱۲)

لیکن آل دیوبند کے پیر مشتاق نے نہایت ضعیف قرار دے کر جرح نقل کی ہے۔ (ترجمان احناف ص ۹۷)

سرفراز صفدر نے بھی جرح کی۔ (خزائن السنن ص ۴۳۱)

۱۴) عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی:

آل دیوبند کے پیر مشتاق علی شاہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے:

''اعتراض تشہد کے بعد اگر جان بوجھ کر گوز مارے یا بات چیت کرے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی۔

جواب تمہارا یہ اعتراض ہدایہ پر نہیں۔ امام اعظم پر نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ پر ہے کیونکہ اس مسئلہ کی سند حدیث میں موجود ہے۔'' (فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ۲۶۱)

اس کے بعد مشتاق علی شاہ دیوبندی نے ص ۲۶۲ پر ایک روایت پیش کی ہے جس کی

سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی راوی ہے۔

سرفراز صفدر نے (خزائن السنن ص ۶۱) میں اور تقی عثمانی دیوبندی نے (درس ترمذی ۱/۲۶۰) پر ضعیف قرار دیا۔

۱۵) ابراہیم بن عثمان واسطی: آل دیوبند مسئلہ تراویح میں اس کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ (حدیث اور اہلحدیث ص ۶۳۵)

اسی مسئلہ میں الیاس گھمن دیوبندی نے بھی استدلال کیا۔ (قافلہ حق جلد۴ شمارہ۳ ص ۶۳)

لیکن نماز جنازہ میں سورت پڑھنے کی ایک روایت میں بھی یہی راوی ہے، لہٰذا محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: "یہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے۔"

(درس ترمذی ۳/۳۰۴)

اس راوی پر مزید جرح کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو (شمارہ نمبر ۶۷ ص ۳۵ تا ۳۸)

۱۶-۱۷) یحییٰ بن یعلیٰ الاسلمی اور ابوفروہ یزید بن سنان:

نماز جنازہ کی تکبیرات میں ترک رفع یدین کے مسئلہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت سے انوار خورشید دیوبندی نے استدلال کیا ہے اور اس سند میں یہ دونوں راوی موجود ہیں۔ (حدیث اور اہلحدیث ۸۵۷)

لیکن تقی عثمانی دیوبندی صاحب نے ان دونوں راویوں کو ضعیف تسلیم کیا۔

دیکھئے درس ترمذی (۳/۳۴۱)

۱۸) فضل بن السکن:

انوار خورشید نے نماز جنازہ کی تکبیرات میں ترک رفع یدین کے مسئلہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب، اس راوی کی روایت سے استدلال کیا۔

(حدیث اور اہلحدیث ص ۸۵۷)

تقی عثمانی دیوبندی نے اس راوی کو مجہول قرار دیا۔ (درس ترمذی ۳/۳۴۲)

۱۹) حجاج بن ارطاۃ:

دہری اقامت کے مسئلہ میں انوار خورشید دیوبندی نے اس کی روایت سے استدلال کیا۔ (حدیث اور اہلحدیث ص ۲۶۵ روایت نمبر ۱۶)

اور اسی راوی کے بارے میں عبدالقدوس دیوبندی نے اپنے "علامہ" کوثری کا کلام یوں نقل کیا ہے: "لوگوں کے سامنے ڈینگیں مارنے والا تھا" (ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۳۶۳)

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے اپنی کتاب نور الصباح میں حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث قرار دیا۔ (ص ۲۲۴)

اور اسی کتاب میں اسی حجاج بن ارطاۃ کی روایت پیش کر کے اسے صحیح حدیث قرار دیا۔ (نور الصباح ص ۱۶۷۔۱۶۸)

۲۰) ابن لہیعہ: ان کی روایت سے انوار خورشید دیوبندی نے میمون مکی کی روایت میں مسئلہ ترک رفع یدین میں استدلال کیا۔ (حدیث اور اہلحدیث ۴۱۰)

منیر احمد منور نے نماز عیدین کی تکبیرات میں رفع یدین کے مسئلہ میں استدلال کیا۔

(نماز عیدین کا حنفی تحقیقی جائزہ ص ۳۳)

امین اوکاڑوی نے مسئلہ تقلید میں ایک روایت کا غلط ترجمہ کر کے استدلال کیا۔

(فتوحات صفدر ۱/ ۲۶۵)

لیکن جب ان کی روایت نماز عیدین میں بارہ (۱۲) تکبیرات کے مسئلہ میں یعنی دیوبندی مذہب کے مخالف تھی تو منیر احمد منور نے اپنی مذکور کتاب میں ہی انھیں ضعیف قرار دیا۔ (نماز عیدین کا حنفی تحقیقی جائزہ ص ۴۳)

تقی عثمانی نے (درس ترمذی ۲/ ۳۱۴) میں، محمود عالم اوکاڑوی نے (فتوحات صفدر ۱/ ۲۶۵ حاشیہ) میں اور امین اوکاڑوی نے جزء رفع یدین (مترجم ص ۳۵۲) میں ضعیف قرار دیا۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے امین اوکاڑوی کے متضاد اقوال نقل کئے دیتا ہوں:

امین اوکاڑوی نے ایک جگہ لکھا ہے: "یہ سند بالکل ضعیف ہے کیونکہ عبداللہ بن لہیعہ راوی ضعیف ہے" (جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی ص ۳۰۵)

امین اوکاڑوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''اور ابن لہیعہ حسن الحدیث ہیں'' (تجلیات صفدر ۴/۱۴۰)

۲۱) محمد بن اسحاق بن یسار:

جمہور کے نزدیک ثقہ راوی ہیں۔ دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ۱۷ ص ۱۸)

محمد بن اسحاق کی روایات سے استدلال یا تعدیل کے لئے دیکھئے درس ترمذی (۳/ ۴۳۲، ۱/۲۷۴) حدیث اور اہلحدیث (۸۶۱) معارف الحدیث (۳/۱۵۳) تقلید کی شرعی حیثیت (ص ۱۴۵) فضائل اعمال (ص ۵۰۳) تجلیات صفدر (۵/ ۳۲۹) سیف حنفی از امجد سعید (ص ۳۱۴) نماز مدلل (ص ۷۸) نمازِ پیغمبر ﷺ (ص ۱۰۵)

محمد بن اسحاق کی روایات کے رد یا جرح کے لئے دیکھئے فتوحاتِ صفدر (۳/ ۲۲۳) احسن الکلام (۲/ ۷۷) اور سیف حنفی (ص ۱۵۷، از امجد سعید)

۲۲) ابو اسحاق السبیعی: انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ ترک قراءۃ خلف الامام میں استدلال کیا۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۲۲)

یہ روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ سرفراز صفدر نے بھی اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔ (احسن الکلام ۱/۲۴۴، دوسرا نسخہ ۱/۳۰۲، دسویں حدیث)

لیکن ان کی ایک روایت کسی بریلوی نے ''یا محمد'' (ﷺ) کے جواز پر پیش کی تو نور محمد تونسوی دیوبندی نے تدلیس کی جرح کر کے اس روایت کو رد کر دیا۔

دیکھئے حقیقی نظریات صحابہؓ (ص ۳۵-۳۹)

امین اوکاڑوی نے بھی جرح کی ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۳/۱۴۳)

نیز محمود عالم (ننھے اوکاڑوی) نے بھی جرح کی ہے۔

دیکھئے فتوحات صفدر (۱/ ۳۵۸، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۲۱ حاشیہ)

۲۳) سفیان ثوری رحمہ اللہ کی معنعن روایت سے استدلال:

آل دیوبند نے مسئلہ ترک رفع یدین میں سفیان کی مدلّس (معنعن) روایت سے استدلال کیا۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۹۴)

دوسری طرف اس کی روایت مخالف ہونے کی صورت میں مدلس ہونے کا ذکر کیا۔

دیکھئے درس ترمذی (۱/۵۲۱) خزائن السنن (۳۲۷) مجموعہ رسائل (۳/۳۳۱) تجلیات صفدر (۵/۴۷۰) تجلیات صفدر (۴/۱۱۴، طبع فیصل آباد) اور الجوہر النقی (۴/۲۶۲، ۸/۳۶۲)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۲۲۸

۲۴) مکحول الشامی رحمہ اللہ:

کئی آلِ دیوبند نے امام مکحول کی روایت سے استدلال کیا یا ان کی تعریف کی۔ (دیکھئے درس ترمذی ۲/۳۱۴، تجلیات صفدر ۳/۵۶۵، ۵/۱۰۲، ۶/۱۱۵، حنفی تحقیقی جائزہ ص ۱۲، حدیث اور اہل حدیث ص ۸۴۴)

لیکن دوسری طرف الیاس گھمن کے چہیتے آصف لاہوری کے معاون مناظر نے مکحول رحمہ اللہ کی روایت بھی رد کر دی اور گندی گالی بھی دی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو ۷۹ ص ۴۹)

معاون مناظر کا نام ''ثناء اللہ'' دیوبندی ہے۔ (ص ح)

۲۶) اسامہ بن زید لیثی:

اسامہ بن زید لیثی جمہور کے نزدیک ثقہ راوی ہیں اور اسامہ بن زید العدوی ضعیف ہے۔ امین اوکاڑوی نے اپنے ایک مخالف کے خلاف لکھا ہے: ''ایک حدیث کا انکار کرنے کے لئے اسامہ بن زید اللیثی کو اسامہ بن زید العدوی قرار دے دیا۔ احادیث نبویہ کے انکار کا یہ طریقہ ابھی تک منکرین حدیث کو بھی نہیں سوجھا کہ جہاں عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ کا لفظ آجائے وہاں عبداللہ بن مسعودؓ کی بجائے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی قرار دے کر حدیث کو ماننے سے انکار کر دیں۔'' (تجلیات صفدر ۳/۳۹۱)

اوکاڑوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: ''...ایک حدیث کا انکار کرنے کے شوق میں اسامہ بن زید اللیثی کو اسامہ بن زید العدوی بنایا، یہ محض سینہ زوری ہے۔ کاش! احناف کی ضد میں یہ رسول دشمنی سے احتراز کرتے۔'' (تجلیات صفدر ۳/۵۰۲)

سرفراز صفدر نے بھی اسامہ بن زید لیثی کی روایت کو صحیح کہا۔ (حکم الذکر بالجہر ص ۴۴)

سرفراز صفدر نے اسامہ بن زید لیثی کے بارے میں کہا:

''اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی'' (اخفاء الذکر ص ٦٦)

لیکن اسی راوی کی روایت جب دیوبندی مسلک کے خلاف تھی تو سرفراز صفدر نے رد کرنے کے لئے اس پر جرح نقل کی ہے۔

(دیکھئے احسن الکلام ٢/ ١٤٩۔١٥٠، دوسرا نسخہ ٢/ ١٦٣، مسئلہ قربانی ص ٣٦)

اب آل دیوبند کو چاہئے جرح کرنے والے دیوبندیوں پر بھی اوکاڑوی کے فتوے چسپاں کریں۔

٢٦) ابوجعفر الرازی: مسئلہ تراویح میں انوار خورشید دیوبندی نے استدلال کیا۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ٦٣٧۔٦٣٨ روایت نمبر ٩)

الیاس گھمن نے مسئلہ تراویح میں استدلال کیا۔ (قافلہ...جلد نمبر ٤ شمارہ نمبر ٣ ص ٦٣)

لیکن زکریا دیوبندی تبلیغی جماعت والے نے ضعیف کہا۔ (اوجز المسالک ٢/ ١٢٣)

سرفراز صفدر دیوبندی نے بھی ضعیف کہا۔ (احسن الکلام ٢/ ١٤٢، دوسرا نسخہ ٢/ ١٥٥)

مزید جرح کے لئے دیکھئے آل دیوبند اور ان کے اکابر کے اقوال۔

(الحدیث حضرو ٦٧ ص ٣٩۔٤٠)

٢٧) امام ابن جریج رحمہ اللہ: ان کے بارے میں بھی آل دیوبند کی پالیسی دوغلی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ٨٥ ص ٣٦ تا ٣٨)

نیز سرفراز صفدر صاحب نے بھی ابن جریج رحمہ اللہ کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔

(سماع موتی ص ٢٩٤، حدیث سنن الترمذی: ١٠٥٥)

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے نور الصباح کے مقدمے میں ابن جریج پر سخت جرح کی۔ (طبع دوم ص ١٨)

اور دوسری جگہ اسی ابن جریج کی روایت کو بطور حجت پیش کیا۔ (ص ٤٢)

بلکہ لکھا: ''ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے...'' (نور الصباح ص ٢٢٢)

یہ دوغلی پالیسی کی انتہا ہے۔

۲۸) امام حاکم رحمہ اللہ:

سرفراز صفدر نے انہیں ثقہ ثابت کیا۔ (احسن الکلام ۱/۱۰۴، دوسرا نسخہ ۱/۱۳۴)

ان کی ایک روایت مخالف ہونے کی صورت میں امین اوکاڑوی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: ''حاکم غالی شیعہ ہے'' (تجلیات صفدر ۱/۴۱۶)

دوسری جگہ امام حاکم رحمہ اللہ کی کنیت کا حوالہ دے کر لکھا ہے:

''دوسرا راوی ابو عبداللہ الحافظ رافضی خبیث ہے'' (تجلیات صفدر ۱/۴۱۷)

لیکن خود امین اوکاڑوی نے امام حاکم رحمہ اللہ کی روایات اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۳/۳۵۶۔۳۵۷، ۵/۱۳۹، ۲/۵۸۷، ۳/۴۷)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بریلویوں کے خلاف اپنی کتاب ''راہ سنت'' میں امام حاکم رحمہ اللہ کی روایات سے استدلال کیا ان کے حوالے پیش خدمت ہیں:

راہ سنت (ص ۱۵، ۲۴، ۲۵، ۳۳، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۷، ۱۱۵، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۵۶، ۱۵۹، ۲۹۹، ۳۰۱)

نیز دیکھئے مجذوبانہ واویلا (ص ۱۸۴)

۲۹) قاضی شریک الکوفی:

امین اوکاڑوی نے ترک رفع یدین کے مسئلہ میں سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت جس کی سند میں قاضی شریک ہیں، سے استدلال کیا۔ (تجلیات صفدر ۲/۲۹۲)

فیض احمد ملتانی دیوبندی نے ''سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ رکھے'' کے مسئلہ میں استدلال کیا۔ (نماز مدلل ص ۱۴۴)

جمیل احمد دیوبندی نے اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۲۲۴)

صوفی عبدالحمید سواتی نے اسی مسئلہ میں استدلال کیا۔ (نماز مسنون ص ۳۶۰)

انوار خورشید دیوبندی نے اس کی روایت پیش کی۔ (حدیث اور اہلحدیث ۴۵۱ روایت نمبر ۲)

مسئلہ ترک رفع یدین میں آل دیوبند کے ''مفتی'' احمد ممتاز نے استدلال کیا۔

(آٹھ مسائل ص ۳۹ روایت نمبر ۹)

لیکن دوسری طرف سرفراز صفدر نے ان کی روایت دیوبندی مسلک کے خلاف ہونے کی وجہ سے شدید جرح کی ہے۔ (احسن الکلام ۲/ ۱۲۸، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۴۰)

امجد سعید دیوبندی نے قاضی شریک کی روایت دیوبندی مسلک کے خلاف ہونے کی وجہ سے لکھا ہے: ''قاضی شریک صرف متکلم فیہ نہیں بلکہ مردود اور غیر مقبول بھی ہے''

(سیف حنفی ص ۱۱۶)

۳۰) امام ابوقلابہ رحمہ اللہ:

سرفراز صفدر نے نماز کسوف کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی دلیل کے طور پر سب سے پہلے ابوقلابہ رحمہ اللہ کی روایت پیش کی۔ دیکھئے خزائن السنن (ص ۴۴۴) اور الکلام المفید (ص ۹۵) میں بھی ان کی تعریف کی ہے۔

انوار خورشید دیوبندی نے مسئلہ ترک قراءۃ خلف الامام میں امام ابوقلابہ رحمہ اللہ کی روایت پیش کی ہے۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۱۸ روایت نمبر ۴۱)

نیز سجدہ سہو کے مسئلہ میں بھی روایت پیش کی ہے۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۷۰۲ روایت نمبر ۵)

بلکہ خود اوکاڑوی نے ان کی روایات پیش کی ہیں۔

(تجلیات صفدر ۳/ ۲۷ چوتھی حدیث، فتوحات صفدر ۱/ ۲۹۷، ۳۱۰)

امام ابوقلابہ کی بات جب اوکاڑوی کی خواہشِ نفس کے مطابق تھی تو اوکاڑوی نے لکھا:

''حضرت ابوقلابہؒ '' (تجلیات صفدر ۶/ ۳۷۱)

ابوبکر غازیپوری نے لکھا ہے: ''ابوقلابہ محدث بصرہ... مشہور محدث بڑے زاہد''

(ارمغان ۱/ ۲۳۶)

قارئین کرام شروع میں بحوالہ نقل کر دیا گیا ہے کہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ابوقلابہ رحمہ اللہ کی روایات پیش کرنے کی وجہ سے اہل حدیث کو شیعہ کی چوکھٹ پر سجدہ کرنے والا اور ناصبیوں کے پاؤں چاٹنے والے کہا تھا، لیکن خود یہ ان دونوں ائمہ کرام کی احادیث پیش کرتے ہیں اور بہت سے محدثین کے ساتھ ان کا یہی رویہ ہے جیسا

کہ آپ باحوالہ ملاحظہ فرما چکے ہیں، لیکن اس کے باوجود امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''یہی حال ان نام نہاد اہلحدیثوں کا ہے، کوئی حدیث ان کی خواہش نفس کے مطابق ہو تو بہت خوش ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی حدیث ان کی خواہش نفس کے خلاف ہو تو اس حدیث کو جھٹلانے میں یہود کو بھی مات کر دیتے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۲/ ۲۳۷)

مذکورہ حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ اوکاڑوی کے تبصرے کے مصداق آل دیوبند اور خود اوکاڑوی ہے۔

اوکاڑوی کے مذکورہ تبصرے پر تبصرے کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو (نمبر ۵۷ص ۳۴)

راویوں کے بارے میں آل دیوبند کے یہ (۳۰) تیس متضاد اقوال مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں ورنہ آل دیوبند کے اس طرح کے متضاد اقوال کی فہرست بہت طویل ہے، مثلاً: عمرو بن شعیب کی روایت سے استدلال آل دیوبند کے ''مولانا'' منیر احمد منور نے ''داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار'' کے مسئلہ میں سب سے پہلے عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی روایت پیش کی ہے۔ (داڑھی کا وجوب اور مسنون مقدار ص ۱۲)

سرفراز صفدر نے بھی عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کی روایات کو صحیح تسلیم کیا اور استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے خزائن السنن حاشیہ ص ۱۱۱، ص ۱۷۷، سطر نمبر ۱ جامع المسانید کی روایت)

امین اوکاڑوی نے اپنے ہی کسی دیوبندی کو سمجھاتے ہوئے لکھا ہے:

''رہے عمرو بن شعیبؒ تو ان سے امام صاحب رحمہ اللہ نے مسند میں حدیث لی ہے پھر آپ کو اعتراض زیب نہیں دیتا۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۳۶۰، تعویذات کی ایک کتاب پر تبصرہ)

لیکن بقول اوکاڑوی جب ان کی روایت سرفراز صفدر کی خواہش نفس کے خلاف تھی تو انہوں نے بعض محدثین کے اقوال کی بنیاد پر ان کو ضعیف اور ان کی روایت کو مرسل قرار دیا۔

دیکھئے احسن الکلام (۱/ ۱۶۹۔۱۷۰، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۱۱۔۲۱۲)

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے اپنی کتاب اظہار التحسین میں ابراہیم بن ابی اللیث (ایک راوی) کو کذاب اور وضاع قرار دیا۔ (ص ۱۴۴)

اور اسی کتاب میں دوسری جگہ اسے بڑے ثقہ راویوں میں بھی شمار کیا۔

(اظہار التحسین ص ۱۵۰، دیکھئے القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۶۵)

میں اپنے مضمون کو اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ بعض اوقات آلِ دیوبند ثقہ راویوں پر غیر ثابت جرح اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ اپنے بھی بزرگوں کو (جنھیں یہ لوگ حضرت حضرت کہتے ہوئے نہیں تھکتے) نادان دوست کا کردار ادا کرتے ہوئے دنیا کے سامنے شرمندہ اور رسوا کردیتے ہیں۔ مثلاً: امین اوکاڑوی دیوبندی نے رفع یدین کی بحث میں جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی مشرح بن ھاعان پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''.... کہ وہ (مشرح) حجاج کے اس لشکر میں تھا جس نے خانہ کعبہ شریف کا محاصرہ کر کے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر منجنیق سے پتھر پھینکے بلکہ آتشیں گولوں سے خانہ کعبہ شریف کے پردوں کو بھی جلا دیا (تھذیب ص ۱۵۵، ج ۱)....

اس لئے غیر مقلد صحابہ کرام کے دشمنوں اور کعبہ پاک کے دشمنوں کی روایات لیتے ہیں۔''

(تجلیات صفدر ج ۴ ص ۱۳۶۔۱۳۲)

مشرح کے خلاف یہ واقعہ جعلی اور بے اصل ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۸۳، طبع جدید)

لیکن مسئلہ ختم نبوت میں مشرح بن ھاعان کی ایک منفرد روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۶ وقال: حسن غریب)

مذکور حدیث کو آلِ دیوبند کے ''محدث کبیر'' بدر عالم میرٹھی نے اپنی دلیل کے طور پر نقل کیا۔

(دیکھئے ختم نبوت ص ۵۵)

آلِ دیوبند کے ''مفتی'' اور ''شہید'' محمد یوسف لدھیانوی نے بھی اپنی دلیل کے طور پر نقل کیا۔ (دیکھئے عقیدہ ختم نبوت مندرجہ تحفہ قادیانیت ص ۲۹ ج ۱)

لہٰذا اوکاڑوی کے نزدیک یہ دونوں (میرٹھی اور لدھیانوی) صحابہ کرام کے دشمن ثابت ہوگئے۔!

حافظ زبیر علی زئی

رسول اللہ ﷺ کی آخری زندگی کا عمل: رفع یدین

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوۃ والسّلام علی رسولہ الأمین ، أما بعد:

رسول اللہ ﷺ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، یہ حدیث بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمائی اور یہ حدیث متواتر ہے۔ ان صحابۂ کرام میں سے پانچ صحابہ کی روایات مع تحقیق، تبصرہ وفوائد پیشِ خدمت ہیں جو نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے اور آپ کی وفات کے وقت مدینہ طیبہ میں موجود تھے:

۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "**صلّی بنا النبي ﷺ العشاء في آخر حیاته فلما سلّم قام...**" نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہوگئے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲ ح ۱۱۶، کتاب العلم باب السمر بالعلم، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۰ ح ۲۵۳۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری جب زیادہ ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ الخ (صحیح بخاری: ۶۸۲)

یہ بھی نبی ﷺ کی زندگی کے آخری دور اور آخری دنوں کا واقعہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "**رأیتُ رسولَ اللّٰہ ﷺ إذا قام في الصلوٰۃ رفع یدیه حتی تکونا حذو منکبیه و کان یفعل ذلك حین یکبّر للرکوع و یفعل ذلك إذا رفع رأسه من الرکوع...**"

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، رکوع کرتے وقت بھی آپ اسی طرح کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۱۰۲ ح۷۳۶، صحیح مسلم ج۱ ص۱۶۸ ح۳۹۰، ترقیم دارالسلام: ۸۶۲ وعنده : إذا قام للصلوة)

راوی کا عمل: اب اس حدیث پر اسی حدیث کے راوی کا عمل پیشِ خدمت ہے:

۱: امام سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ نے فرمایا: **"رأیت أبي یفعله"** میں نے اپنے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو یہ کام (شروع نماز میں رفع یدین، رکوع کے وقت رفع یدین اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین) کرتے ہوئے دیکھا۔

(حدیث السراج ج۲ ص۳۴۔۳۵ ح۱۱۵، وسندہ صحیح)

۲: امام نافع رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے تھے، جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے تھے... الخ

(صحیح بخاری: ۷۳۹ وسندہ صحیح، شرح السنہ للبغوی ۳/۲۱ ح۵۶۰ وقال : "هذا الحدیث صحیح")

۳: محارب بن دثار رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، آپ جب نماز شروع کرتے تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے، جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو رفع یدین کرتے تھے۔)

(جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۸ وسندہ صحیح)

۴: ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی رحمہ اللہ نے فرمایا: **"رأیت ابن عمر و ابن الزبیر یرفعان أیدیهما إذا رکعا و إذا رفعا"** میں نے ابن عمر اور ابن زبیر (رضی اللہ عنہم) کو دیکھا، وہ رکوع کے وقت اور (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(کتاب العلل للاثرم بحوالہ التمهید ۹/۲۱۷ وسندہ حسن)

یاد رہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مدینے میں پیدا ہوئے تھے اور

آپ نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی کے گواہ ہیں۔

ان صحیح وثابت روایات کے مقابلے میں کسی ایک بھی صحیح یا حسن روایت کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ثابت نہیں اور اس سلسلے میں حنفیہ کی پیش کردہ دونوں روایتیں ضعیف ومردود ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: ابن فرقد: "أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزیز بن حکیم قال: رأیت ابن عمر یرفع یدیه حذاء أذنیه في أول تکبیرة افتتاح الصلوٰة ولم یرفعهما فیما سوی ذلك." (موطأ ابن فرقد ۱/ ۱۴۰۔۱۴۱ ح ۱۰۸، ط مکتبۃ البشریٰ کراچی)

اس روایت کی سند دو وجہ سے مردود ہے:

اول: ابن فرقد جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح ہے۔
(دیکھئے تحقیقی مقالات ۲/ ۳۴۱۔۳۶۴)

دوم: محمد بن ابان بن صالح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح راوی ہے۔
(دیکھئے تحقیقی مقالات ۳/ ۱۲۶)

۲: ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد الخ (شرح معانی الآثار ۱/ ۲۲۵، نصب الرایہ ۱/ ۴۰۹)

یہ روایت ابوبکر بن عیاش (صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور) کی غلطی اور وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: یہ باطل ہے۔ (مسائل احمد، روایۃ ابن ہانی ۱/ ۵۰)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابوبکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۶، نصب الرایہ ۱/ ۳۹۲)

امام دارقطنی نے فرمایا: "قاله أبو بکر بن عیاش عن حصین وهو وهم منه أو من حصین" (العلل ج ۱۳ ص ۱۶، سوال ۲۹۰۲)

قاری ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ جو جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں، ان کے بارے میں ان کے شاگرد امام ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی رحمہ اللہ نے فرمایا: " لم یکن من شیوخنا أکثر غلطًا من أبي بکر بن عیاش "

ہمارے استادوں میں ابوبکر بن عیاش سے زیادہ غلطیاں کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

(تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۷۸ وسندہ صحیح)

امام ترمذی نے ایک جگہ فرمایا: "و أبو بکر بن عیاش کثیر الغلط"

(سنن ترمذی: ۲۵۶۷)

ثابت ہوا کہ ابوبکر بن عیاش کی ترکِ رفع یدین والی روایت غلط، وہم اور ضعیف ہے اور اُن کی باقی روایات (سوائے اس روایت کے جس پر خاص جرح ثابت ہو) حسن ہیں۔

راوی سے راوی یعنی تابعی کا عمل: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے درج ذیل شاگرد بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے:

۱: سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ

(حدیث السراج ۲/ ۳۴۔۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح، جزء رفع الیدین للبخاری: ۶۲ وسندہ حسن)

۲: طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۴ وسندہ صحیح، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۱/ ۱۱۸ ح ۱۰۱، من اجتزأ بالسماع النازل مع کون الذي حدث عنه موجوداً، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۷۵ ح ۱۰۴)

۲) سیدنا انس بن مالک الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس بیماری میں فوت ہوئے، اس (بیماری کے دنوں) میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) انھیں نماز پڑھاتے تھے، حتیٰ کہ سوموار کے دن جب نماز میں صفیں قائم تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ ہٹایا، آپ ہماری طرف دیکھ رہے تھے...الخ

(صحیح بخاری: ۶۸۰ کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ، صحیح مسلم: ۴۱۹، ترقیم دارالسلام: ۹۴۴)

آپ اسی دن فوت ہو گئے تھے، لہٰذا ثابت ہوا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن بھی مدینہ طیبہ میں آپ کے قریب موجود تھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے انس! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(کی قبر) پرمٹی ڈالتے وقت تمھارے دل راضی تھے؟ (صحیح بخاری: ۴۴۶۲)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی انس رضی اللہ عنہ مدینے میں موجود تھے اور آپ کو حجرۂ مطہرہ وروضۃ الجنۃ کی قبر میں دفن کرنے والوں میں شامل تھے، یعنی وہ آپ ﷺ کی آخری زندگی کے گواہ ہیں۔

امام ابویعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ نے فرمایا: "**حدثنا أبو بكر (بن أبي شيبة): حدثنا عبد الوهاب الثقفي عن حميد (الطويل) عن أنس قال: رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه إذا افتتح الصلاة و إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع.**"

انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے، جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (مسند ابی یعلیٰ ۶/ ۴۲۴۔۴۲۵ ح ۳۷۹۳، وسندہ صحیح)

حمید الطّویل ثقہ مدلس ہیں لیکن سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اُن کی عن والی روایت بھی صحیح ہوتی ہے، لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض کرنا غلط ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۵/ ۲۱۵۔۲۱۷)

راوی کا عمل:

۱: عاصم الاحول (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، انس بن مالک نے جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا، آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۰ وسندہ صحیح)

۲: حمید الطّویل (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انس (رضی اللہ عنہ) جب نماز میں داخل ہوتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۳ وسندہ صحیح)

یادرہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ہرگز ثابت نہیں۔

۳) سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ جس بیماری میں فوت ہوئے، اس

میں لوگوں کو ابو بکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) نمازیں پڑھاتے تھے اور جس دن آپ ﷺ فوت ہوئے اس دن بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تھی۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۶۸۰، صحیح مسلم: ۴۱۹، دارالسلام: ۹۴۴)

سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ نماز شروع کرتے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وقال: رواتہ ثقات، المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی ۲/۴۹ ح ۱۹۴۳، وقال: رواتہ ثقات، التلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی ۱/۲۱۹ ح ۳۲۸ وقال: "ورجالہ ثقات" قلت: وسندہ صحیح)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نور العینین (ص ۱۲۰۔۱۲۱)

راوی کا عمل: سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین قطعاً ثابت نہیں اور اس سلسلے میں محمد بن جابر الیمامی کی روایت اُس کے ضعیف و مجروح ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔ محمد بن جابر کے بارے میں حافظ ہیثمی نے فرمایا: **"وھو ضعیف عند الجمھور"** اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۵/۱۹۱)

۴) سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری زیادہ ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ابو بکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ الخ

پس آپ (ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے نبی ﷺ کی زندگی میں لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔

(صحیح بخاری: ۶۷۸، صحیح مسلم: ۴۲۰، دارالسلام: ۹۴۸)

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی نماز بتائی تو رکوع سے پہلے اور

رکوع کے بعد رفع یدین کیا۔ (دیکھئے سنن دارقطنی ۲۹۲/۱ ح ۱۱۱۱، وسندہ صحیح، نور العینین ص ۱۱۸۔۱۱۹)

راوی کا عمل: حطان بن عبداللہ الرقاشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کیا۔

(سنن دارقطنی ۲۹۲/۱ ح ۱۱۱۱، ملخصاً وسندہ صحیح)

۵) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے تین (دن) پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ کے ساتھ صرف حسنِ ظن کی حالت میں ہی تمھیں موت آنی چاہئے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۷۷، دارالسلام: ۷۲۲۹، ۷۲۳۰)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں، جس میں آپ فوت ہوئے تھے کاغذ منگوایا تا کہ اپنی اُمت کے لئے کچھ تحریر لکھوا دیں، نہ تو لوگ خود گمراہ ہوں اور نہ دوسروں کو گمراہ کریں۔ پھر جب گھر میں شور ہوا اور باتیں ہوئیں تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے کلام کیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

(طبقات ابن سعد ۲۴۳/۲ وسندہ صحیح)

یعنی آخری دور میں تحریر لکھوانے والی حدیث منسوخ ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا یعنی آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (مسند السراج ص ۳۹ ح ۹۲ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ ص ۶۲۔۶۳، سنن ابن ماجہ: ۸۶۸)

راوی کا عمل: ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، جابر (رضی اللہ عنہ) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(مسند السراج: ۹۲ وسندہ حسن)

ان کے علاوہ دیگر صحابہ کی روایات بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مدینے میں موجود تھے، بلکہ اتنے

پریشان ہوئے تھے کہ انھیں آپ ﷺ کی وفات کا یقین نہیں آرہا تھا اور بعد میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سمجھانے پر رجوع کیا اور تلوار پھینک دی۔

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کے لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کے لئے دیکھئے شرح سنن الترمذی لابن سید الناس (مخطوط ۲/ ۲۱۷) نور العینین (ص ۱۹۵۔ ۱۹۶) اور الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع (۱/ ۱۱۸ح ۱۰۱)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے عمل کے لئے دیکھئے الخلافیات للبیہقی (بحوالہ النفح الشذی شرح جامع الترمذی لابن سید الناس الیعمری مطبوع ۴/ ۳۹۰)

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ثابت نہیں اور اس سلسلے میں بعض حنفیہ کی پیش کردہ روایت ابراہیم نخعی مدلس کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے آخری دنوں کی احادیث بیان کیں۔ مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۴۴۳۲، ۴۴۴۳۔ ۴۴۴۴، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵۔ ۴۴۵۷، ۵۴۷۸) اور طبقات ابن سعد (۲/ ۲۵۲ وسندہ حسن)

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے (عبداللہ) بن عباس کو دیکھا۔ آپ شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ نسخہ محمد عوامہ ۲/ ۴۱۱ح ۲۴۴۶ نسخہ حمد الجمعہ واللحید ان ۲/ ۶۳ح ۲۴۴۳، جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۱)

درج ذیل کتابوں میں ابوحمزہ کے بجائے ابوجمرہ لکھا ہوا ہے:

مصنف ابن ابی شیبہ (ط ۱۹۶۶م ج ۱ص ۲۳۵ وفی ھامشہ: ابوحمزہ) وبعض النسخ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے دو شاگرد درج ذیل ہیں:

۱: ابوحمزہ القصاب (تہذیب الکمال ۴/ ۱۷۸، قلمی ج ۲ص ۶۹۹)

عمران بن ابی عطاء الاسدی مولاھم، الواسطی (تقریب التہذیب: ۵۱۶۲)

☆ صدوق وثقہ الجمھور

۲: ابوجمرہ الضبعی (تہذیب الکمال قلمی ج ۲ص ۶۹۹)

نصر بن عمران بن عصام البصری (تقریب التہذیب: ۷۱۲۲) ثقہ ثبت

یہاں ان دونوں میں پہلے راوی یعنی ابوحمزہ القصاب مراد ہیں، جس کی دو دلیلیں درج ذیل ہیں:

اول: عمران بن ابی عطاء کے شاگردوں میں ہشیم اور ہشیم کے استادوں میں عمران بن ابی عطاء کا نام ہے، جبکہ نصر بن عمران کے شاگردوں میں ہشیم یا ہشیم کے استادوں میں نصر بن عمران کا نام نہیں ملا۔ دیکھئے تہذیب الکمال

دوم: مصنف عبدالرزاق (۶۹/۲ ح ۲۵۲۳ دوسرا نسخہ: ۲۵۲۶) میں ہشیم کی اسی روایت میں ''ابوحمزہ مولی بنی اسد'' کی صراحت ہے اور عمران بن ابی عطاء اسدی ہیں جبکہ نصر بن عمران کا اسدی ہونا ثابت نہیں۔

لطیفہ: دیوبندی قافلۂ باطل کے ایک لکھاری شبیر احمد (دیوبندی) نے لکھا ہے:

''ابوجمرہ سے روایت ہے کہ...

اس سے غیر مقلدین کا ''مذہب'' کسی طرح ثابت نہیں ہوتا، اس لیے کہ: 1: اس کی سند میں ابوجمرہ (''ج'' کے ساتھ) مجہول ہے اس لیے سند صحیح نہیں۔ (نسخہ دہلی، اسوہ ص ۲۷) افسوس کہ غیر مقلدین نے تحریف کر کے اس کو ابوحمزہ بنا دیا ہے۔ (جزء رفع یدین مترجم از حضرت اوکاڑوی: ص 279)'' (قافلہ... جلد ۶ شمارہ ۳ ص ۳۱)

عرض ہے کہ اہلِ حدیث نے تحریف نہیں کی بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ کے کئی نسخوں میں ابوحمزہ لکھا ہوا ہے اور باقی تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔ محمد عوامہ (غالی حنفی تقلیدی) کے نسخے میں بھی ابوحمزہ ہی ہے، لہٰذا اگر تحریف کا الزام لگانا ہے تو اپنے ''بزرگوں'' پر لگائیں۔ اگر اس سند میں ابوجمرہ راوی ہیں تو پھر یہ سند بالکل صحیح ہے اور ابوجمرہ کو شبیر احمد جیسے جاہل شخص کا ''مجہول'' کہنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

اگر اس میں ابوحمزہ راوی ہیں تو یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

کیا آلِ دیوبند میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو شبیر احمد دیوبندی کو سمجھائے کہ جاہل

ہو کر ''مفتی'' بننے کی کوشش نہ کرو، ورنہ رسوائی اور ذلت کا بھانڈا عین چوک میں پھوٹ جائے گا اور ''بے عزتی'' مزید خراب ہو جائے گی۔

قارئین کرام! سیدنا مالک بن الحویرث اور سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہما کی احادیث بھی نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی پر ہی محمول ہیں۔

۴: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے تھے: اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں بے شک تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتا ہوں، آپ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

(سنن نسائی: ۱۱۵۷، صحیح بخاری: ۸۰۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (رکوع کے لئے) جھکتے وقت اور ہر (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔ (الخلعیات ۲/ ۱۳۹ ح ۱۲۲۹، وسندہ حسن)

یہ حدیث مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی، نیز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ، رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح)

اس روایت کو مدنظر رکھ کر اوپر والی روایت کی بریکٹوں میں رکوع کے لئے اور رکوع سے کا اضافہ کیا گیا ہے، کیونکہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

ہم نے اس تحقیقی مضمون میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری زندگی کا مشاہدہ کرنے والے صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین روایت کیا اور آپ کی وفات کے بعد ان صحابہ نے رفع یدین پر عمل کیا، جبکہ ترک رفع یدین یا نسخ رفع یدین کسی صحیح یا حسن لذاتہ سند کے ساتھ نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے ثابت ہے، لہٰذا بعض الناس کا رفع یدین کو متروک یا منسوخ قرار دینا غلط و باطل ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۳/ شوال ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱/ ستمبر ۲۰۱۲ء)

فہرست مضامین ماہنامہ ''الحدیث'' ۲۰۱۲ء

شمارہ ۹۲: جنوری ۲۰۱۲ء

شمارہ ۹۳: فروری ۲۰۱۲ء

شمارہ: ۹۴ مارچ، اپریل ۲۰۱۲ء

شمارہ ۹۵: مئی، جون ۲۰۱۲ء

شمارہ ۹۶: جولائی ۲۰۱۲ء

شمارہ: ۹۷ اگست ۲۰۱۲ء

شمارہ: ۹۸ ستمبر ۲۰۱۲ء

تنبیہ: دسمبر ۲۰۱۲ء (الحدیث: ۱۰۰) کی فہرست کے لئے دیکھئے یہی شمارہ (ص ۱)

اعلان: ماہنامہ الحدیث حضرو: ۹۹ کے احسن الحدیث (قبل ص ۱) میں کمپوزر یا پروف ریڈر کی غلطی سے ﴿خَلْقًا اٰخَرَ ﴾ غلط (یعنی لام کی زبر کے ساتھ) چھپ گیا ہے، جس پر ہم اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے ہیں۔ (ادارہ مکتبۃ الحدیث حضرو)

اشاعۃ الحدیث حضرو کا سوواں شمارہ (۱۰۰)

الحمدللّٰہ ربّ العا لمین و الصّلا ۃ و السّلام علی رسوله الأ مین، أما بعد:

ماہنامہ الحدیث حضرو کا پہلا شمارہ جون ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا تھا اور شمارہ نمبر۳ میں ''ہمارا عزم'' کے عنوان سے درج ذیل مقاصد کا اعلان کیا گیا تھا:

''۱: قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری

۲: سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار

۳: صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت

۴: صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب

۵: اتباعِ کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت

۶: علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان

۷: مخالفینِ کتاب وسنت اور اہلِ باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین و باد لائل رد

۸: اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعۃ الحدیث

۹: دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع

۱۰: قرآن وسنت کے ذریعے سے اتحادِ امت کی طرف دعوت ''

ہم نے تقریباً ساڑھے آٹھ سالہ دور میں اپنا عزم سچا کر دکھایا اور جہاں بھی غلطی یا تسامح کا ظہور ہوا تو علانیہ رجوع کیا، اور یہی ہمارا منہج وطرزِ عمل ہے۔ ماہنامہ الحدیث اصل میں اشاعۃ الحدیث، دعوۃ الحدیث اور دفاعِ حدیث ہے۔ میں اس سلسلے میں محترم حافظ ندیم ظہیر، محترم محمد سرور عاصم، محترم حافظ عباد فیصل آبادی، محترم محمد زبیر صادق آبادی اور محترم حافظ شیر محمد وغیرہم حفظہم اللہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس عظیم کام میں ہر ممکن تعاون فرمایا۔ جزاهم الله خیراً۔ (۱۹/ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ بمطابق ۶/ اکتوبر ۲۰۱۲ء)

Monthly **AlHadith** Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر و تشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔